عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ ۳ جلد ۳۸/۵

جون ۲۰۰۱ء
ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

وزارتِ داخلہ کی رپورٹ مجلس تحفظ ختم نبوت دہشت گرد تنظیم نہیں!

خطاب: مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رح

تعلیماتِ اسلام کا اقوامِ عالم پر اثر اور افضلیتِ محمدیہ کا راز

مسلمان اور قادیانی کے کلمہ اور ایمان میں بنیادی فرق

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور مرزا قادیانی

ولی کامل حضرت مولانا محمد منیر الدین رح

مکتوباتِ اکابر ۔ چنتا بنیاں میں قادیانی خاندان کا قبولِ اسلام

اسلام کے احیاء کی پیشگوئی

بانی، مجاہد ختم نبوت، حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مدظلہ

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ نمبر 3 جلد نمبر 5/38

قیمت فی شمارہ ——— ۱۰

سالانہ ——— ۱۰۰

بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

نگران اعلیٰ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

چیف ایڈیٹر

صاحبزادہ طارق محمود

[illegible]

حافظ احمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ

[illegible]

رانا محمد طفیل جاوید

[illegible]

قاری محمد حفیظ اللہ

بیاد

- امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
- مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
- مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
- مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
- حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
- فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
- شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
- حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ
- حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
- حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
- حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی
مولانا مفتی جمیل خاں
مولانا محمد اکرم طوفانی
مولانا خدا بخش شجاع آبادی
مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن
مولانا محمد نذیر عثمانی
مولانا فقیر اللہ اختر
مولانا قاضی احسان احمد
مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا صاحبزادہ عزیز احمد
مولانا بشیر احمد
حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اسماعیل شجاعبادی
مولانا احمد بخش
مولانا غلام حسین
چوہدری محمد اقبال
مولانا غلام مصطفیٰ
مولانا محمد قاسم رحمانی
مولانا محمد اسحٰق ساقی

رابطہ، دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان، پاکستان

ناشر: صاحبزادہ طارق محمود۔ مطبع: [illegible]

مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!	اداریہ	3
مقالات ومضامین		
تعلیمات اسلام کا اقوام عالم پر اثر	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	7
دیوبند کانفرنس پشاور	صاحبزادہ طارق محمود	11
حاصل مطالعہ	مولانا اللہ وسایا صاحب	14
مواعظ		
خطاب مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ	ادارہ	17
رد قادیانیت		
مکہ مدینہ اور قادیانی	ادارہ	39
اسلام کے احیاء کی پیش گوئی	پروفیسر منور احمد ملک	41
دارالافتاء		
مسلمان اور قادیانیوں کے کلمہ میں فرق	ادارہ	45
بیادرفتگان		
حضرت مولانا منیر الدینؒ	فیاض حسن سجاد	50
مکتوبات اکابر		
حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ کا مکتوب	ادارہ	55
متفرق		
دارالعلوم دیوبند پشاور کی رپورٹ	ادارہ	57
جماعتی سرگرمیاں!	ادارہ	60

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!

وزارت داخلہ کی رپورٹ

مجلس تحفظ ختم نبوت فرقہ وارانہ دہشت گرد تنظیم نہیں!!!

روزنامہ ”دی نیوز“ کی ایک خبر کے مطابق وزارت داخلہ نے چیف ایگزیکٹو آف پاکستان جنرل پرویز مشرف کو ایک رپورٹ ارسال کی ہے جس میں فرقہ وارانہ دہشت گردی میں ملوث ان دینی جماعتوں‘ مذہبی تنظیموں کی فہرست دی گئی ہے جن پر پابندی عائد کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ مذکورہ رپورٹ میں ملک کی معروف دینی جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت کو دوسرے نمبر پر لکھا گیا ہے۔ اگر معاصر روزنامہ کی خبر درست ہے اور ابھی تک حکومت کی طرف سے تردید بھی نہیں آئی تو اس خبر پر بے لاگ تبصرہ میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

ملک میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے سابقہ حکومتوں نے کئی بار اس حوالہ سے سوچا اور اعلان بھی کیا۔ میاں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو دونوں کے ادوار حکومت میں فرقہ وارانہ دہشت گردی میں ملوث مذہبی تنظیموں پر پابندی کا اعلان کیا گیا۔ لیکن کوئی حکومت اپنے اعلان کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔ اس میں شک نہیں کہ فرقہ وارانہ دہشت گردی کے باعث امن وامان کا مسئلہ خاصا مخدوش ہوگیا ہے۔ اس کے باعث ملکی سالمیت اور وحدت مستقل خطرہ میں ہے۔ اس وقت شیعہ اور سنی دو مذہبی تنظیموں کے انتہا پسند گروپوں کی مخاصمت کے باعث صورتحال پریشان کن اور تشویشناک دکھائی دیتی ہے۔ عوامی سطح پر نہ شیعہ سنی تضاد ہے اور نہ کسی قسم کی کشیدگی۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ کوئی حکومت بھی دونوں مخالف مذہبی تنظیموں اور ان کے انتہا پسند گروپوں کا نیٹ ورک توڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکی اور نہ ہی ان عوامل‘ محرکات اور اسباب پر غور کیا گیا جس کے باعث یہ سنگین صورتحال پیدا ہوئی ہے۔ ماضی کی طرح گرمجوشی نہ سہی تاہم ملک میں تمام فرقوں میں ہم آہنگی موجود ہے۔ اس کی تازہ مثال حالیہ محرم الحرام میں امن وامان کا

قیام اور تمام فرقوں کے تعاون کا عملی مظاہرہ ہے۔ حکومت فرقہ واریت کی آڑ میں دینی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں پر پابندی عائد کرنے کا عزم رکھتی ہو تو یہ الگ بات ہے۔ موجودہ حکومت پر اس الزام کا اعادہ بار بار کیا جارہا ہے کہ وہ امریکی ایجنڈا پر عمل درآمد کر رہی ہے۔ دینی مدارس پر کنٹرول اور مذہبی جماعتوں پر پابندی بیرونی ایجنڈا کی ترجیحات میں شامل ہیں۔ محرم الحرام کی آمد سے قبل پنجاب بھر سے چھ سو کے قریب دینی مدارس کے مدرسین علماء کی بلاجواز گرفتاری اور نظر بندی ترجیحی عمل کے مشق کی ایک کڑی محسوس ہوتی ہے۔ آئی ایم ایف کی مالیاتی و معاشی غلامی کے بعد ہم کیونکر ان کی پالیسیوں کی زد سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

موجودہ حکومت ملک اور قوم سے متعلق معاملات میں کس قدر مخلص ہے اس کا اندازہ تو آنے والے حالات سے ہی لگایا جا سکے گا۔ اس وقت حکومت مختلف حکومتی اداروں اور ایجنسیوں کی رپورٹوں پر چل رہی ہے۔ گویا حکومت کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار انہی اداروں پر منحصر ہے۔ اگر حکومت نے وزارت داخلہ جیسی رپورٹوں کی روشنی میں فیصلے کرنے ہیں تو پھر یقیناً حکومت کو ان فیصلوں پر پچھتانا پڑے گا۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وزارت داخلہ نے جس ادارے یا ایجنسی کی معرفت یہ رپورٹ تیار کروائی ہے وہ حکومت کی خیر خواہ نہیں بلکہ اس کا یہ طرز عمل حکومتی کشتی میں سوراخ کرنے کے مترادف ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پر فرقہ واریت کا لیبل لگا کر اسے دہشت گرد تنظیموں میں شامل کرنا ایک خطرناک سازش ہے۔ وزارت داخلہ کے پاس تمام دینی جماعتوں' مذہبی تنظیموں کا ریکارڈ موجود ہے۔ فہرست کی تیاری کے موقع پر وزارت داخلہ نے چھان بین کی تکلیف ہی گوارہ نہیں کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملک کی واحد دینی جماعت ہے جسے اتحاد بین المسلمین کی داعی کی حیثیت حاصل ہے۔ مجلس اندرون وبیرون ملک فقط قادیانی فتنہ کے عقائد باطلہ اور ناپاک عزائم کو بے نقاب کرنے میں سرگرم عمل رہتی ہے۔ اس جماعت کے بانی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ جنہوں نے 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں تمام مکاتب فکر کے علماء زعما کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا زریں کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ 1954ء میں 32 علما کے 22 نکات اسی اتحاد کے رہن منت ہیں۔ ماضی و حال گواہ ہے کہ چنیوٹ اور چناب نگر میں ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں اتحاد بین المسلمین کے ایمان پرور نظارے دیکھنے میں آتے تھے۔ دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث اور اہل تشیع سبھی اختلافات کے باوجود ختم نبوت

پلیٹ فارم پر باہمی یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کرتے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ کریڈٹ اسی مجلس تحفظ ختم نبوت کو جاتا ہے۔

1974ء میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں جو مجلس کے امیر تھے تمام مکاتب فکر کے باہمی رہنماؤں کی معاونت اور سرپرستی میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی گئی جو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور قادیانیوں کو پارلیمنٹ میں متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی فیصلہ کیا گیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ذاتی وجماعتی تشخص کو مشن پر فوقیت اور اہمیت دی جاتی ہے۔ حکومت اور انتظامیہ محرم الحرام میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی بر قرار رکھنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتی۔ پورے ملک کی انتظامیہ مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ انتظامیہ صوبائی حکومتوں اور مختلف مکاتب ومسالک کے علماء کے مابین امن وامان کے حوالہ سے اہم اجلاس کئے جاتے ہیں۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی بر قرار رکھنے اور اتحاد بین المسلمین کے لئے حکومت جو فریضہ سرکاری سطح پر سرانجام دیتی ہے۔ وہی فریضہ مجلس تحفظ ختم نبوت عوامی سطح پر سرانجام دے رہی ہے۔

وزارت داخلہ کے بست وکشاد اس کے باوجود بھی مجلس تحفظ ختم نبوت پر فرقہ واریت کا لیبل لگانا چاہیں تو اسے محض حسن کرشمہ سازی سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کو مشکور ہونا چاہئے کہ ملک میں کوئی جماعت تو ایسی موجود ہے جو فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اتحاد امت کے حوالہ سے بے لوث معاونت اور اخلاص بھری خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر دینی جماعت جو کسی نہ کسی شکل میں مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لئے تڑپ رکھتی ہے۔ اس پر فرقہ واریت کا لیبل لگانا مناسب نہیں۔ وزارت داخلہ کی طرف سے بلا تحقیق ایسی بے ضرر دینی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں کو فرقہ وارانہ دہشت گرد تنظیموں کی فہرست میں شامل کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا۔

مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ

مجاہد ختم نبوت جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی رہنما حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی 2 مئی بروز بدھ صبح نماز کے بعد میانوالی ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی دینی ودنیوی تعلیم سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے ہمیشہ قائدانہ کردار ادا کیا۔ عمر بھر نظام شریعت کے نفاذ

کے لئے سرگرم عمل رہے۔ وہ ایک حق گو عالم دین تھے۔ فقیہ مصلحت بین کی بجائے رند بادہ خوار کی طرح کفر کو ناکوں چنے چبوائے۔ زندگی بھر دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' شیعہ' مکاتب فکر کے اتحاد کے لئے کوشاں رہے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ پاکستان بننے کے بعد ہر سال چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں ان کی صدائے بازگشت سے ربوہ کا کفر لرزہ براندام رہتا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کے دل کی گہرائیوں سے قدر دان تھے اور اس سلسلہ میں جب ضرورت پڑی آپ ہر اول دستہ میں شامل ہو کر تحفظ ختم نبوت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے قید و بند' جزو سزا کے عمل کی پرواہ کئے بغیر اپنے سفر کو جاری رکھا۔ آپ کی حق گوئی و جرات کے مدتوں تذکرے رہیں گے۔

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کو صدمہ

گزشتہ ہفتہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت پیر طریقت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام خدام حضرت دامت برکاتہم کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ جماعت کے جملہ رفقاء سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کریں۔

حضرت مولانا منیر الدین کا انتقال پر ملال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر جامع مسجد سنہری کوئٹہ کے خطیب بزرگ عالم دین حضرت مولانا منیر الدین 18 اپریل بروز بدھ کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا بہت ہی زیرک و معاملہ فہم' نیک عالم دین تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے آپ نے دورہ حدیث شریف کیا۔ پچاس سال سے زائد عرصہ تک جامع مسجد سنہری کوئٹہ کے خطیب رہے۔ جمعیت علماء اسلام اور دیگر دینی جماعتوں کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر اور مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی ذات سے دین کی مثالی خدمات لیں۔ اکابر علماء کرام کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ اکابر کی روایات کے امین تھے۔ علماء حق کی نشانی تھے۔ ہمیشہ کلمہ حق کہا۔ اس کے لئے بڑے بڑے فرعونوں کو خاطر میں نہ لاتے۔ یہ بہادری و جرات آپ نے اپنے اکابر سے ورثہ میں پائی تھی۔ آپ کی وفات کا سانحہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مرکزی

بقیہ صفحہ 10 پر

تعلیمات اسلام کا اقوام عالم پر اثر
اور افضلیت محمدیہ کا راز

تحریر: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم دیوبند

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی!

اس ظلمت کدہ سفلی میں خیر و خوبی کی جو بھی شعاع کہیں نظر آتی ہے خواہ وہ انبیاء کے کمالات ہوں یا اولیاء اور صلحا کے ‘سب عطاء خداوندی ہے۔ کوئی انسان اپنی ذات سے کمالات اور حکمت کا مالک نہیں بنایا گیا کہ بطن مادر سے ہنر و حکمت لے کر آیا ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی انسانی فرد پر عالم ازل میں نگاہ انتخاب ڈال لی گئی ہو اور اس میں کمالات کے ایسے قویٰ ودیعت رکھ دیئے گئے ہوں کہ جو بلا کسب و مجاہدہ ابتداء ہی سے ان درجات کمال کے زینہ پر عروج کر جائے اور ایک مافوق العادۃ طریقہ پر اپنے تمام اقران امثال سے بازی لے جائے لیکن اس وہب و کسب کے فرق سے کمالات کے عطاء الٰہی ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں اگر فرق ہے تو صرف یہ کہ کسی کو کمالات بذیل اسباب عطا کئے جاتے ہیں اور کسی کو بلا توسط اسباب بے کدم تمام کمالات کی آخری چوٹی پر فائز کر دیا جاتا ہے لیکن یہ نتیجہ ہر صورت میں بے غبار رہتا ہے کہ عالم میں تمام کمالات عطاء خداوندی ہیں اور انسان اپنی ذات سے کسی ہنر اور کمال کا مالک بن کر نہیں آیا۔

لیکن انسانی کمالات اور باکمال ہستیوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف اور صد انواع ہیں۔ کسی میں حسن و جمال ہے تو کسی میں فضل و کمال ‘کسی میں زور و قدرت ہے تو کسی میں عقل و فراست ‘کسی میں جود و سخاوت ہے تو کسی میں زہد و قناعت ‘کسی میں ایثار و تواضع ہے تو کسی میں وقار و تمکنت ‘کمالات کی بے انتہا انواع اور خوبیوں کی بے تعداد شاخیں ہیں جو خدا کی فیاض حکمت نے اپنے بندوں میں حسب استعداد تقسیم فرمائی ہیں۔ اس صورت حال کو سامنے رکھ کر خدا اور اس کے باکمال بندوں کی مثال اس طرح سمجھو کہ کسی جامع فنون استاد کے پاس مختلف فنون کے طالب آئیں اور جدے جدے فن میں فیضیاب ہو کر

اپنے اپنے کمالات دکھلائیں۔ یہ بات خود ان شاگروں کے آثار واحوال سے کھل جائے گی کہ یہ شخص کونسے فن میں استاد مذکور کا شاگرد ہے۔ اگر فیض منقول اس شاگرد سے جاری ہے تو معلوم ہوگا کہ یہ فن منقول میں استاد مذکور سے مستفید ہوا ہے اور اگر فیض معقول جاری ہے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے استاد موصوف سے عقلیات کا استفادہ کیا ہے۔ اگر بیماریوں کا علاج کرتا ہے تو استفادۂ طب کا پتہ چلے گا اور اگر شاعروں میں غزل خوانی کرتا ہے تو تحصیل شعر و سخن کا سراغ نکلے گا۔ غرض ان شاگردوں کے احوال خود بتلادیں گے کہ استاد کے کونسے کمال نے ان میں ظہور کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے کمالات میں حق تعالیٰ کے اولین تلامذہ ہیں جن کی تعلیم و تربیت براہ راست بارگاہ صمدیت سے کی جاتی ہے اور پھر ان کے واسطہ سے انسانی دائرہ علم و فضل سے آشنا اور مستفید ہوتا ہے۔ ان کے گوناگوں کمالات و کرامات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو تمام انبیاء علیہم السلام میں تمام صفات کمال قلیل و کثیر موجود ہیں پر ہر ایک نبی کے کمالات ایک مخصوص رنگ اور ہر ایک کی پاک زندگی کی ایک نئی شان ہے جو اسے دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ممتاز کررہی ہے۔ کسی کی نبوت سطوت و شوکت اور سلطنت و حکومت کی قباء میں نمایاں ہورہی ہے اور کسی کی درویشی اور فقر و فاقہ کی کملی میں، کسی میں جاہ و جلال کا ظہور ہے اور کسی میں محبوبیت و جمال کا، کسی نے خلوت و انقطاع کی صورتوں میں اعلان حق کیا ہے اور کسی نے جلوتوں اور تعلقات کی کثرت میں بنی نوع کی تربیت کی ہے۔ غرض تمام صفات کمال کی جامعیت کے باوجود ہر نبی میں کوئی ایک صفت ضرور غالب رہی ہے جو اس کے لئے مابہ الامتیاز بنی رہی ہے اور جبکہ ان کی تمام صفات کمال عطاء حق اور صفات ربانی کا پرتو ہیں اس لئے بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ ہر نبی کے لئے اصل منبع فیض کوئی خاص صفت ربانی ہوتی ہے جس کے ماتحت اس نبی کے افعال و اعمال اور تمام کمالات نے تربیت پائی ہے جس کا تعین و تشخص کے ساتھ تو پتہ خود انبیاء علیہم السلام کے آثار اور کاروبار سے معین ہوجاتا ہے کہ یہ نبی خداوند حکیم کی کونسی صفت سے مستفید ہے اور اس کی کونسی شان اس کی مقدس زندگی میں ظہور کررہی ہے۔

مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے حالات و معجزات کو سامنے لانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں تبدیل انواع و انقلاب ماہیات کا رنگ زیادہ جلوہ گر ہے۔ عصاء موسیٰ کو دیکھو تو کبھی سانپ بن جاتی ہے اور کبھی لاٹھی۔ ظاہر ہے کہ لکڑی اپنی اصل سے نباتات کی نوع میں سے ہے اور سانپ حیوانات کی نوع میں سے

ہے۔ پس حیوان کا نباتات اور نباتات کا حیوان بن جانا ایک نوع کا دوسری نوع کی طرف انقلاب و تغیر ہے۔ اسی طرح اس عصاء کے آثار کو دیکھو تو وہی تبدل نوع بہ نوع ان میں بھی نمایاں ہے۔ یہی عصاء جب ایک پتھر پر پڑتی ہے تو اس کی زیرینہ خاک کو بہتے ہوئے چشمے بنا دیتی ہے اور وہی عصاء جب ایک موجزن دریا پر ماری جاتی ہے تو اس کے بہتے ہوئے پانی کو جامد سڑکوں کی صورت میں منتقل کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ خاک کی نوع کو جس کی اصلیت جمود و کثافت ہے پانی کی نوع کی طرف منتقل کر دینا جس کی اصلیت رقت و سیلان اور لطافت ہے وہی تبدل انواع اور انقلاب ماہیت ہے۔

یدبیضاء کو دیکھو کہ گریبان سے باہر ہے تو وہ ایک مادی ہاتھ ہے جس میں مادہ کی سی کثافت بھی موجود ہے اور عام ہاتھوں کی طرح گوشت پوست کا غلاف بھی پہنے ہوئے ہے لیکن وہی ہاتھ جب گریبان میں ڈال کر نکالا جاتا ہے تو پھر اس میں ہڈی چمڑہ نمایاں ہوتا ہے نہ گوشت پوست بلکہ سورج کی سی روشنی عالم میں پھیلنے لگتی ہے۔ کہ یہ عنصریات کا مجردات کی نوع میں منتقل ہو جانا ہے جو بلاشبہ ایک عظیم نوعی انقلاب ہے پھر نہ صرف معجزات و کمالات ہی میں یہ شان تھی بلکہ موسوی زندگی در حقیقت اس صفت کا ایک کامل مرقع ہے۔ چنانچہ ان کی پیدائش ہی کے وقت سے یہ تبدیل اطوار و تغیر ماہیات کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ پیدا ہوتے ہیں اور فرعونی پیادے تلاش میں آتے ہیں تو ان کی بہن گھبراہٹ کے ساتھ انہیں آگ کے تنور میں ڈال دیتی ہے لیکن آگ اپنی ذاتی تاثیر اور ماہیت کو بدل دیتی ہے کہ زندہ اور صحیح سالم اندر سے آواز دیتے ہیں اور نکال لئے جاتے ہیں۔ یہ پہلی تقلیب ہے کہ ماہیت نار میں ان کی بدولت نمایاں ہوئی۔

پھر دوسری تبدیلی قلوب کی ہے کہ دشمن قلوب کو ان کی دوستی کی طرف منتقل کیا جاتا ہے وہی فرعون جیسا دشمن جس نے موسیٰ کے قتل کی خاطر بنی اسرائیل کے لاکھوں بچوں کو قتل کرا دیا خود موسیٰ علیہ السلام کی تربیت اور کفالت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ماں اور باپ کی سی دوستی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرتا ہے اور انہیں پال پناس کر جوان کر دیتا ہے۔ یہ دوسری تبدیلی تھی جو قلوب میں موسوی برکت سے نمایاں ہوئی۔

غرض موسیٰ علیہ السلام کے کاروبار اور کمالات و معجزات بلکہ عام حالات میں انقلاب ماہیت و تغیر انواع بہ انواع کی شان ممتاز طریق پر پائی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں حق تعالیٰ کی صفت تقلیب و تبدیل کام کر رہی تھی اور یہی صفت ان کی تمام شانوں کی مربی تھی۔ اسی صفت الٰہیہ کا پتہ ذیل کی

نصوص میں دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ :

" یقلب الیل والنهار • وفی کریمة یبدل الله سیآتهم حسنات • وفی کریمة کل یوم هوفی شان • وفی الدعاء النبوی یامقلب القلوب ثبت قلبی علی طاعتك • وفی الحدیث النبوی القلوب بین اصبعی الرحمن یصرفها حیث یشاء • "

ان نصوص میں حق تعالیٰ نے اپنی تقلیب ماہیت کی صفت ظاہر فرمائی ہے قلوب کافرہ کو مُسلمہ بنادینا، ظلمت کو نور سے بدل دینا، ظلمت مادی کو نور مادی سے، جیسے لیل و نہار کا انقلاب ہے اور ظلمت معنوی کو نور معنوی سے، جیسے کفر و اسلام اور فجور و تقویٰ کا انقلاب ہے، اس صفت کے افعال و آثار فرمائے گئے ہیں۔ اسی صفت نے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کی اس لئے ان کے کمالات میں اسی کا ظہور غالب رہا۔

پھر ہر استاد کی ذہنیت اپنے روحانی باپ یعنی پیغمبر کی غالب ذہنیت سے مستفید اور اس کا عکس وپر تو ہوتی ہے کیونکہ جس طرح نبی بارگاہ ربانی سے کسی خاص صفت کے توسط سے تربیت پاتا ہے اسی طرح وہ خود بھی اپنی اس خاص شان و ستود سے اپنی امت کی بھی تربیت کرتا ہے اس لئے امت میں بھی ذہنیت غالب رہتی ہے جو اس کے مربی اعظم کی ہوتی ہے خواہ وہ اس ذہنیت کو نیک مصرف میں استعمال کرے جیسے اس کے نبی نے کیا تھا یا نبی کے خلاف راہ چل کر برے مصرف میں استعمال کرے بہر صورت امت کی ممتاز شان اور مخصوص ذہنیت وہی رہتی ہے جو اس کے مقتدائے اعظم میں ورسخ اور غالب تھی۔

بقیہ : دیوبند کانفرنس

ضروری ہے۔ افغانیوں سے اظہار یکجہتی کے لئے اور طالبان کی اخلاقی مدد کے لئے ان کی تائید و حمایت میں پشاور کانفرنس سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ کانفرنس میں پیش کی جانے والی قرار دادیں جامع ٹھوس متوازن تھیں اور عالم اسلام کو درپیش مسائل کے ضمن میں بلاشبہ مسلمانوں کے دلی جذبات کی آئینہ دار تھیں۔ کانفرنس میں مظلوم و محکوم مسلمانوں بالخصوص کشمیری مسلمانوں سے مکمل اظہار یکجہتی کیا گیا۔

بقیہ : مولانا منیر الدینؒ

مجلس شوریٰ میں چشم پرنم سے قرار داد تعزیت منظور ہوئی۔ حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے دعائے مغفرت کرائی۔ اگلے روز مرکزی ناظم اعلیٰ پوری مجلس کی طرف سے تعزیت کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا مرحوم کے صاحبزادے قاری محمد عبداللہ صاحب ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!!!

مقالہ خصوصی

تحریر: صاحبزادہ طارق محمود

دیوبند کانفرنس پشاور

پشاور میں ہونے والی دیوبند کانفرنس سے اٹھنے والی مخالفانہ گرد اگرچہ بیٹھ چکی ہے تاہم اس پر حاشیہ آرائی اور طبع آزمائی کا سلسلہ جاری ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق کانفرنس میں دس سے پندرہ لاکھ افراد شریک ہوئے جب کہ جمعیت علمائے اسلام کے حلقے 20 لاکھ افراد کی شرکت کے دعویدار ہیں۔ کانفرنس کی ریکارڈ حاضری جمعیت علمائے اسلام (ف) گروپ کے سیاسی رقیبوں اور مسلکی حریفوں کے لئے یقیناً تشویش کا باعث بنی ہے۔ اس کا ایک ثبوت تو متحارب مذہبی تنظیم کی طرف سے اپریل کے اواخر میں اسی شہر میں ہونے والا اجتماع ہے جس کی تشہیری مہم آج کل جاری ہے۔ دوسرا ثبوت وہ فرضی اخباری بیانات اور کالم ہیں جن میں کانفرنس کو تنقید و تنقیص کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ جہاں تک بے لاگ تبصروں اور مثبت تنقید کا تعلق ہے وہ تبصرہ نگاروں اور کالم نویسوں کا بنیادی حق ہے۔ اس سے اتفاق یا اختلاف کرنے کا بھی ہر کسی کو حق حاصل ہے۔

کسی بھی سیاسی دینی اجتماع کی کامیابی کا معیار اور انحصار دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ اولاً حاضری ثانیاً نتائج واثرات .... حاضری کے لحاظ سے کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ 9-10-11 اپریل کو پشاور شہر میں خوب چہل پہل رہی۔ دارالعلوم دیوبند کی ڈیڑھ سو سالہ خدمات کے حوالہ سے مسلک دیوبند سے فکری وابستگی رکھنے والوں نے بے پناہ وابستگی اور عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ اجتماع میں قافلوں کی آمدورفت کے باعث جی ٹی روڈ تین روز تک عقیدت و افتخار کی شاہراہ بنی رہی۔ مادر علمی دیوبند کو اس کی دینی علمی خدمات پر خراج تحسین وصد آفرین کا یہ مظاہرہ اپنی یادوں کے ایسے گہرے نقوش چھوڑ گیا جنہیں مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ نتائج واثرات کے لحاظ سے جزوی طور پر تو کچھ کہا جاسکتا ہے لیکن حتمی رائے فوری قائم نہیں کی جاسکتی۔

کانفرنس عالم اسلام کی دو مقتدر محبوب و مقبول شخصیات لیبیا کے معمر قذافی اور طالبان کے قائد ملا عمر جن کی شرکت کا اعلان کیا گیا تھا ان کی آمد سے کانفرنس یقیناً دو آتشہ بلکہ سہ آتشہ ہو جاتی لیکن افسوس

دونوں رہنماؤں نے کانفرنس کے نام پیغام بھیجنے پر اکتفا کیا:

کسی کو آنا تھا نہ آیا منتظر آنکھیں رہیں
رائیگاں جلتے رہے ہم بے قراروں کے چراغ

عالم اسلام کے ممتاز دینی سکالروں اور رہنماؤں نے وفود کی شکل میں شرکت کی۔ بھارت سے دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب' جمعیت علمائے ہند کے امیر حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب' شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری کے علاوہ 22 استاد علماء کانفرنس میں شریک ہوئے۔ کانفرنس غیر معمولی انتظامات اور نظم و نسق کے لحاظ سے مثالی تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم نے ایوب خان کے دور میں لاہور میں آئین شریعت کانفرنس کا انعقاد کیا تھا۔ جو اپنے دور کی یادگار کانفرنس تھی اس میں بھی ملک کے چاروں صوبوں سے جمعیت سے وابستہ علماء کرام نے شرکت کی تھی۔ اسی طرح پشاور کانفرنس میں ملک کے دور دراز علاقوں سے لوگ شریک ہوئے۔ ہر حلقہ کے علماء کرام خاص طور پر تبلیغی حضرات اور مدارس کے طلباء نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا سارا دیوبندی حلقہ کانفرنس میں اُمڈ آیا ہے۔ کانفرنس کا انعقاد کرنے والی موجودہ قیادت جمعیت علماء اسلام کے ماضی کے قائدین کے ہم پلہ نہیں۔ علم و عمل' زہد و تقویٰ اور للّٰہیت میں ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ غیر جانب داری اور دیانت داری کا تقاضا ہے کہ ایک غیر معمولی کانفرنس کے انتظامات و انصرام پر ان کی حسن کارکردگی اور صلاحیتوں کو تسلیم نہ کرنا تنگ ظرفی ہوگا۔

گذشتہ برس اکتوبر میں قرطبہ سٹی میں جماعت اسلامی کا اجتماع نظم و نسق اور انتظامات کے لحاظ سے مثالی تھا۔ سیاسی جماعتوں میں جماعت اسلامی کو اس فن کا ماہر سمجھا جاتا ہے تاہم پشاور اجتماع میں کارکنوں اور رضاکاروں کے حوالہ سے متاثر کن کارکردگی دیکھنے میں آئی۔ ہزاروں باوردی اور بلاوردی کارکن جانفشانی' فرض شناسی اور اخلاص و اخلاق سے آنے والے مدعوین کی رہنمائی کے فرائض ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے تھے جس سے اجتماع کی کامیابی کا پیشگی تاثر ملتا تھا۔

اسٹیج پر ملک کی اہم دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین موجود تھے۔ البتہ کانفرنس کا پروگرام واضح نہ تھا۔ مہمان مقررین کے بارے میں پیشگی علم نہ ہونے کے باعث ان کے متعلقین و سامعین کو خاصی مایوسی اٹھانا پڑی۔ جن دینی' سیاسی' صحافتی شخصیات کو دعوت خطاب دی گئی اور اخبارات میں جن مقررین کے نام

آئے اس سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے حسن انتخاب کا تاثر ملتا تھا۔ بے شمار شعلہ بار خطیب ذاتی کوشش اور ہمت بسیار کے باوجود آواز کا جادو جگانے کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔ غالب گمان ہے کہ ہر آنے والے کو تقریر کا وقت نہیں دیا گیا۔ جن جماعتوں کے قائدین کو ضبط سخن پر مجبور رکھا گیا ان جماعتوں سے وابستہ افراد کی طرف سے طرح طرح کی چہ مگوئیاں ہونا ایک فطری عمل تھا۔

امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد، تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد، محترم حمید گل اور مسلم لیگ کے روح رواں جاوید ہاشمی دکھائی تو دیئے پر سنائی نہ دیئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تو مسلسل دو دن کانفرنس میں موجود رہے لیکن اس قدر قیام کے باوجود نوبت کلام نہ آسکی۔ تاہم مہر بلب شخصیات کو شیلڈ دے کر ضبط سخن کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی۔

کانفرنس کی خوش آئند بات مولانا سمیع الحق کی شرکت تھی۔ متحارب گروپ ہونے کے باوجود مولانا موصوف نے اعلیٰ ظرفی اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کر کے ایک بہتر روایت قائم کی ہے۔ عام خیال تھا کہ اس یادگار موقع پر جمعیت کے دونوں دھڑوں کا ادغام عمل میں لائے جانے کا تاریخ ساز اعلان کیا جائے گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسلک دیوبند کے کچھ اہل درد مل کر سابقہ کاوش کی طرح ایک اور بھرپور مخلصانہ کوشش سے جمعیت کے تمام افراد کو قریب لانے کا تاریخ ساز کردار ادا کرتے۔ امید کی اس کرن سے فائدہ اٹھایا جاتا تو جمعیت یقیناً مطلع سیاست کا آفتاب بن سکتی تھی۔

جہاں تک دار العلوم دیوبند کی خدمات اور کارہائے نمایاں کا تعلق ہے اک زمانہ مادر علمی کی دینی علمی، تحریکی خدمات کا معترف ہے۔ یہ مضمون اس تفصیل کا متحمل نہیں۔ دار العلوم دیوبند محض ایک مدرسہ نہیں بلکہ (School of Though) فکری یونیورسٹی کا درجہ رکھتا ہے۔ دار العلوم نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی فکر کی شمع کو برصغیر پاک وہند میں فروزاں کیا ہے۔ آج بین الاقوامی سطح پر روح جہاد کی بیداری کے علمی مظاہرے اسی فکر کے مرہون منت ہیں جو اسلامی قوت جہاں کہیں بھی باطل کے خلاف نبرد آزما ہے۔ پشاور کا اجتماع اس کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک جانفزا جھونکے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقتصادی پابندیوں سیاسی بحران، غذائی قلت اور معاشی بدحالی میں مبتلا افغان قوم ہماری خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ افغانستان کو امریکی جارحیت سے باز رکھنے کے لئے پشاور کا اجتماع موثر انتباہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ افغانستان میں قرآن وسنت پر مبنی اسلامی حکومت کی کامیابی کے لئے طالبان کی تربیت اور سرپرستی زحمد

تحریر: مولانا اللہ وسایا

حاصل مطالعہ

ایک روایت کی تلاش کا مرحلہ سر ہو گیا

پچھلے کئی ماہ سے احتساب قادیانیت جلد چہارم کی ترتیب و تخریج و تکمیل کا کام شروع ہے۔ اس جلد میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کے رد قادیانیت پر تمام رسائل کو یکجا کیا جائے گا۔ (انشاء اللہ!) اس سلسلہ میں حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی ترجمان السنہ سے مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام، مسئلہ ختم نبوت سیدنا مہدی علیہ الرضوان اور دجال لعین سے متعلق مباحث کو اس احتساب کی مذکورہ جلد میں شامل کیا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھیؒ حدیث نقل کر کے صرف کتاب کا نام ذکر فرما دیتے ہیں۔ صفحہ باب وغیرہ ذکر نہیں فرماتے۔ تو ہم نے یہ کوشش کی کہ اب مکمل حوالہ جات نقل کر دیئے جائیں۔ اس سلسلہ میں ختم نبوت کی بحث میں ترجمان السنہ ج ا ص ۳۹۹، ۴۰۰ وفات کے بعد زید بن خارجہؒ کی شہادت کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا کا عنوان قائم کر کے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت نقل فرمائی ہے لیکن اس کا حوالہ سرے سے درج نہ تھا۔ کتاب وغیرہ کا نام تک نہ تھا۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی شہرہ آفاق کتاب ختم نبوت کامل کو دیکھا۔ اس کے بھی ص ۲۷۶، ۲۷۷ پر روایت آپ نے نقل فرمائی ہے مگر حوالہ موجود نہیں تھا۔ آپ کی دوسری کتاب ھدیۃ المھدیین کے ضمیمہ ص ۱۱۴ پر روایت موجود لیکن بغیر حوالہ کے بہت تلاش کیا لیکن حوالہ نہ مل سکا۔ پشاور دارالعلوم دیوبند کانفرنس سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری سے استدعا کی۔ آپ نے فرمایا لکھ کر بھیج دیں تلاش کریں گے۔ اسماء الرجال کی وہ تمام کتب جو ہمارے دفتر کے کتب خانہ میں موجود ہیں ان سب کو دیکھا۔ تمام حضرات نے حضرت زید بن خارجہؒ کے کلام بعد الوفات کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا اس پر تو اسماء الرجال کی

تمام کتب کے مصنفین کا اجماع ہے لیکن متعلقہ روایت نہ مل سکی۔ مختلف کتب کو دیکھنے کے بعد زیادہ رجحان تھا کہ شاید معجم الکبیر للطبرانی میں روایت مل جائے۔ ملتان خیر المدارس' قاسم العلوم سے معلوم کیا تو ان جامعات کی لائبریری میں یہ کتاب نہ مل سکی۔ ہفتہ بھر کے تبلیغی سفر پر کراچی جانا ہوا تو معجم الکبیر طبرانی خریدی۔ اس اثناء میں دار العلوم کورنگی کراچی کے شعبہ قرأت کے صدر مدرس حضرت قاری عبدالمالک صاحب دامت برکاتہم کراچی دفتر میں حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ ان سے عرض کیا۔ موصوف کے پاس بہت بڑا ذاتی کتب کا ذخیرہ ہے۔ صاحب علم و فضل ہیں۔ قدرت نے آپ کو حافظہ کی نعمت سے بہت بڑا حصہ دیا ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ حوالہ تلاش کر کے اطلاع دوں گا۔ ویسے بھی یہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کرامت ہے کہ آپ کی کتاب سے متعلق ایک حوالہ درکار تھا تو آپ ہی کے جامعہ کے استاذ کے ذریعہ سے وہ معلوم ہوا۔

قاری صاحب نے اس روز عشاء کے بعد فون کیا مگر فقیر تبلیغی جلسہ پر تھا۔ فون پر بات نہ ہو سکی۔ اگلے دن فجر کے بعد آپ نے فون کیا کہ روایت مل گئی ہے۔ حافظ ابن ابی الدنیا کی کتاب "من عاش بعد الموت" کے ص ۵۲ پر روایت موجود ہے۔ دوسرے دن آپ نے کتاب کا فوٹو اور اس سے اگلے دن اصل کتاب بھجوا کر ممنون فرمایا۔ ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ مزید تلاش جاری ہے تاکہ کم از کم دو کتابوں کے حوالہ جات تو ہو جائیں۔ شاہدین عادلین۔ چنانچہ اگلے دن آپ نے مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب کے موبائل پر فون کیا کہ دوسرا حوالہ بھی مل گیا ہے اور وہ الحمد للہ ہمارے اندازے کے مطابق معجم طبرانی کبیر سے ملا۔ چنانچہ معجم الکبیر طبرانی جلد پانچ ص ۲۱۹ روایت نمبر ۵۱۴۴ پر روایت موجود ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا بدر عالم میر ٹھیؒ کی کتب میں مذکورہ روایت کے بعض الفاظ میں تو فرق ہے مگر روایت اور مفہوم سو فیصد صحیح ہے۔

لیجئے حضرت مفتی صاحبؒ کی کتاب ختم نبوت کامل سے مکمل روایت مطالعہ فرمائیں:

"عن النعمان بن بشیرؓ قال کان زید بن خارجة من سراة الانصار فبینما هو یمشی فی طریق من طرق المدینة بین الظهر والعصر اذا خر فتوفی فاعلمت به الانصار فاتوه فاحتملوه الی بیته وسجوه کساء وبردین وفی البیت نساء من نساء الانصار یبکین علیه ورجال من رجالهم فمکث علی حاله حتی اذا کان بین المغرب

والعشاء اذا سمعوا صوت قائل یقول انصتو انصتوا فنظر وافاذا الصوت من تحت الثیاب فحسروا عن وجھه وصدره فاذا القائل یقول علیٰ لسانه محمد رسول اللّٰہ النبی الامی خاتم النبیین لانبی بعده کان ذلك فی الکتاب الاول صدق صدق“

ترجمہ :......حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے کسی راستہ میں چل رہے تھے کہ یکایک زمین پر گرے اور فوراً وفات ہوگئی۔ انصار کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو وہاں جا کر اٹھایا اور گھر لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا۔ گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جو ان کی وفات پر گریہ وزاری میں مبتلا تھیں اور کچھ مرد جمع تھے۔ اسی طرح جب مغرب و عشاء کا درمیانی وقت آیا تو آچانک ایک آواز سنی کہ :”چپ رہو۔ چپ رہو۔“ لوگ متحیر ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آرہی ہے جس میں میت ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کا منہ کھول دیا۔ اس وقت دیکھا گیا کہ زید بن خارجہ کی زبان سے یہ آواز نکل رہی ہے کہ :” محمد رسول اللّٰہ النبی الامی خاتم النبیین لانبی بعده............الخ“ یعنی کہ :”محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبی امی ہیں جو انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔“ یہی مضمون کتاب اول یعنی توریت و انجیل وغیرہ میں موجود ہے۔ سچ کہا سچ کہا۔ ☆

بقیہ: مکہ مدینہ اور قادیانی

آنا نا قل) نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور نا فل رہنے میں نقصان اور خطر۔ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی۔“(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۵۲ خزائن ص ۳۵۲ ج ۵)

☆..............”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں (قادیان) نہیں آتے۔ مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔“(حقیقت الرویا ص ۴۶ از مرزا بشیر الدین محمود)

قارئین کرام!

مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کی عظمت کو پامال کرنے والا مرزا غلام احمد قادیانی ”ابرہہ“ سے بھی بڑا کافر تھا اور اس کے ماننے والوں نے بائیکاٹ ہم سب کا ایمانی فریضہ ہے۔

ادارہ

قسط :1

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خطاب: مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا!

"سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا ۰ انہ ھو السمیع البصیر ۰"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر کرایا پھر وہاں سے آسمانوں تک کا سفر کرایا۔ پھر آسمانوں سے اوپر تک کا سفر کرایا۔ کہاں تک سفر کرایا اس کا ہمیں علم نہیں ہماری عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔ ہمیں معلوم نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ اس نے کہاں تک سفر کرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب سرور کائنات ﷺ ہی کو علم ہے کہ آپ ﷺ کہاں تک تشریف لے گئے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سفر کیوں کرایا گیا؟۔

ہم جب سفر کرتے ہیں تو کسی کام کی غرض سے کرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے پیش نظر ایک کام نہیں بلکہ کئی کام ہوتے ہیں۔ جن کی غرض سے ہم سفر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کراچی جائیں تو ہو سکتا ہے کہ آپ کئی کام کرنا چاہتے ہوں۔ ممکن ہے کہ آپ یہ سفر کئی مقاصد کی تکمیل کے لئے کریں۔ وہاں جانے کا کوئی تجارتی مقصد بھی ہو۔ وہاں آپ کو رشتہ داریا احباب سے ملنا بھی ہو اور وہاں آپ کو کوئی دوسرے کام بھی ہوں۔ اسی طرح لاہور جانے میں ممکن ہے کہ آپ کسی دفتری کارروائی کے لئے جائیں اور وہاں جانے میں آپ کو کئی اور کام بھی ہوں۔

خدائے تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ سفر کرایا تو ممکن ہے اس سے مقصود ایک نہیں کئی کام ہوں۔ ایک سے زیادہ مصلحتیں ہوں۔ اب وہ مقاصد کیا ہیں؟ وہ کام کیا ہیں؟ جن کی غرض سے یہ سفر کرایا گیا؟۔

مقصد معراج

ایک کا تو قرآن مجید میں اس طرح ذکر آتا ہے کہ :

" لنریه من آیاتنا . "ترجمہ :......﴿تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔﴾

آنحضرت ﷺ کو یہ سفر اس لئے کرایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی خدائی کے نشانات آپ ﷺ کو دکھانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی موجودگی کی ایک نشانی ہے کہ آسمان دلیل ہے' فرشتے اس کی الوہیت کی ایک بڑی دلیل ہیں' جنت خدا کی وحدانیت کی ایک دلیل ہے' تو دوزخ اس کی وحدانیت کی دوسری دلیل ہے۔ اگر سوال کیا جائے کہ جنت اور دوزخ' زمین و آسمان اور فرشتے خدا کے موجود ہونے کی دلیل کس طرح ہیں؟۔

ہمارا وجود خدا کی دلیل ہے

تو جواب یہ ہے کہ ایک طرح دیکھا جائے تو زمین' آسمان' فرشتے اور جنت وغیرہ تو دور کی بات ہے خود ہمارا وجود ہی خدا کے خدا ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھ لے کہ میں کیا ہوں؟۔ تو خدا کو بھی پہچان لے گا۔ اسی لئے صوفیائے کرام کا قول ہے کہ :

"من عرفه فقد عرفه ربه . "ترجمہ :......﴿جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔﴾

انسان کے اندر ہی دراصل ایک جہان آباد ہے جب انسان اپنے آپ کو پہچان لے تو خدا سمجھ میں آجاتا ہے۔ جب یہ سمجھے کہ میں پیشاب کا ایک ناپاک قطرہ تھا' پھر خون کا لوتھڑا بنا' پھر گوشت اور ہڈیاں بنیں' پھر ہاتھ پاؤں بنے' آنکھ' کان' ناک بنی' حواس عطا ہوئے' نو ماہ تک شکم مادر میں رہا' نو ماہ تک غذا بھی وہیں ملتی رہی' پھر دنیا میں آیا' رونے ہنسنے' بولنے کی قوت عطا کی گئی' میں جانتا نہیں تھا مجھے فہم و ادراک کا مادہ دیا گیا' بچپن سے جوان ہوا' جوانی کے بعد بوڑھا ہو گیا' پھر میں مر کر مٹی ہو جاؤں گا۔

تو اس باضابطہ نظام حیات کو چلانے والی' ہر ہر قدم پر نگہداشت و حفاظت کرنے والی اور مناسب ترین موقعوں پر مناسب ترین قوتیں عطا کرنے والی ضرور کوئی علیم و خبیر ذات ہے۔ جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔

امام اعظمؒ کا دہریہ سے مناظرہ

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک دہریہ سے مناظرہ کیا۔ بغداد کا بادشاہ بھی مناظرہ میں موجود تھا۔ مناظرہ سے قبل حضرت امام صاحبؒ نے ایک بات بیان کی۔ بات کیا؟ انہوں نے ایک مثال بتائی کہ ایک دریا بہہ رہا ہے۔ اس میں طغیانی آئی ہوئی ہے۔ طغیانی کے وقت جانتے ہو کہ دریا کا پانی زیادہ جوش میں ہوتا ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ دریا طغیانی پر تھا ہوا بہت تیز چل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے دریا کو پار کرنا اور بھی زیادہ خطرناک ہو گیا تھا۔ دریا کے کنارے پر ایک کشتی تھی۔ جس میں کئی آدمی سوار تھے۔ اس کشتی پر جانور بھی تھے اور سامان بھی لدا ہوا تھا۔ یہ کشتی اس کنارے پر سے آپ ہی آپ چل پڑی۔ کوئی اس کشتی کو دھکیلنے والا نہیں، کوئی اسے کھینچنے والا نہیں، کوئی اسے چلانے والا نہیں۔ اس میں کوئی انجن نہیں بس آپ ہی آپ چل پڑی۔ طغیانی اور تیز ہوا کی رکاوٹ کے باوجود کشتی دوسری طرف سیدھی کنارے پر لگ گئی۔ ابھی حضرت امام صاحبؒ نے بات ختم ہی کی تھی کہ دہریہ فوراً بول اٹھا۔

جناب! میں آپ کو نیک آدمی سمجھتا تھا۔ میں نے آپ کے علم کا بڑا چرچا سنا تھا۔ آپ کی پرہیزگاری کی شہرت میرے کانوں تک پہنچی تھی۔ میں آپ کو کم از کم ایسا نہیں سمجھتا تھا کہ اتنے نیک ہونے کے باوجود آپ اتنا بڑا جھوٹ بولیں گے۔ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ کشتی آدمی، جانور اور سامان سے لدی ہوئی ہو اور وہ آپ ہی آپ شدید طغیانی اور تیز ہوا کے باوجود سیدھی دوسرے کنارے پر لگ جائے۔ جبکہ کوئی اسے دھکیلنے والا نہیں، کوئی اسے چلانے والا نہیں اور کوئی اسے کھینچنے والا نہیں۔ بھلا کہیں کشتی بھی بغیر چلانے والے کے چلتی ہے؟۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا! ارے نادان اگر ایک چھوٹی سی کشتی بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چلتی تو یہ اتنا بڑا سفینہ کائنات مکمل انتظام کے ساتھ کیسے بغیر کسی چلانے والے کے چل سکتا ہے۔ سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے اور اپنے وقت پر ڈوب جاتا ہے۔ ستارے اپنے وقت پر جگمگاتے ہیں اور اپنے وقت پر چھپ جاتے ہیں۔ رات اپنے وقت پر آتی ہے اور اپنے وقت پر جاتی ہے۔ دن اپنے وقت پر آتا ہے اور اپنے وقت پر جاتا ہے۔ یہ موسم اپنے اپنے وقت پر آتے ہیں اور اپنے ہی وقت پر جاتے ہیں۔ ایک آن کو بھی اس نظام میں بے قاعدگی پیدا نہیں ہوتی۔ دن کے وقت رات نہیں نکل آتی اور رات کے وقت دن نہیں نکل آتا۔

نادان! جب ایک چھوٹی سی کشتی بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چلتی تو یہ بڑا کارخانہ کائنات کیسے باقاعدہ بغیر کسی چلانے والے کے چل رہا ہے۔ بغیر کسی اگانے والے کے یہ کھیتیاں کیسے سرسبز ہو جاتی ہیں۔ بغیر کسی بنانے والے کے یہ بیج کیسے بنتے ہیں۔ بغیر کسی بنانے والے کے یہ پھول کیسے بن جاتے ہیں۔ بغیر کسی پکانے والے کے یہ پھل کیسے پک جاتے ہیں؟۔

معلوم ہوا کہ ضرور کوئی ذات ایسی ہے جس سے کائنات کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اور بڑے سے بڑا سیارہ کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہی اس کارزار ہستی کے ہنگامے کو برپا کرنے والا ہے اور اسی کی زیر نگرانی ہر شے اپنے مقام پر اپنے وقت کے مطابق چل رہی ہے۔ تو یہ سن کر دہریہ اپنے بد عقیدے سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ تو میں کہہ رہا تھا زمین' آسمان' جنت' دوزخ' عالم سفلی اور عالم علوی سب خدا کی نشانیاں ہیں اور اس کی موجودگی پر دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو ایک ایسے جہان کی سیر کرانا چاہتے ہیں جہاں کوئی نہیں گیا۔ جہاں آج تک کسی کی بھی رسائی نہیں ہوئی۔ تاکہ آپ ﷺ کو اپنے وجود کی نشانیاں دکھائے: "لنریه من آیاتنا ۰" یہ آپ ﷺ کے معراج کی ایک حکمت تھی۔

حکمت معراج آپ کا رتبہ متحرک ہے

ایک اور حکمت علمائے کرام نے یہ بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جتنا مرتبہ ہے وہ جامد نہیں بلکہ متحرک ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جتنا مرتبہ آپ ﷺ کو عطا فرمایا گیا وہ دے دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ کا مرتبہ رک گیا۔ نہیں بلکہ ہر آن' ہر لحظہ اور ہر لحہ آپ ﷺ کا مرتبہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر نہیں گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کا درجہ بدستور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہی نہیں بلکہ اب بھی بدستور آپ ﷺ کا مقام ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

ایک امیر آدمی کے پاس ایک ہزار مربع زمین ہے۔ ایک سال کے بعد اس سے پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار مربع زمین۔ دو سال کے بعد پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار مربع زمین۔ پانچ سال کے بعد پوچھا جائے تو ایک ہزار مربع ہی ہوں۔ دس سال بعد پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار مربع ہوں گے بیس سال بعد پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار کے ایک ہزار ہی ہوں' پچاس سال بعد ایک ہزار کے ایک ہزار مربع ہی رہیں اور سو

سال بعد بھی ایک ہزار مربع ہی ہوں تو اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک ہزار مربع کسی کے پاس نہیں لیکن دیکھا جائے تو اس نے بالکل ترقی نہیں کی۔ ایک سال بعد بھی اس کے پاس ایک ہزار مربع زمین ہے اور پچاس سال بعد بھی اس کی جائیداد ایک ہزار مربع ہے اور سو سال بعد بھی وہی ایک ہزار کے ایک ہزار۔

ارے کمال تو یہ ہے کہ ایک سال بعد ایک ہزار سے ڈیڑھ ہزار ہو جائیں اور دو سال کے بعد دو ہزار۔ پانچ سال کے بعد پانچ ہزار۔ دس سال کے بعد دس ہزار اور اسی طرح بڑھتے بڑھتے سو سال کے بعد ایک لاکھ مربع ہو جائیں تو کمال اس کا نام ہے کہ مدارج عالیہ حاصل ہونے کے بعد درجات ایک مقام پر ٹھہرے نہ رہیں بلکہ ہر آن اور ہر لحہ بعد ان میں اور بھی زیادہ اضافہ ہوتا رہے۔

آنحضرت ﷺ کا مرتبہ تمام دنیا سے زیادہ بلند ہے۔ اس کے باوجود ایک مقام پر ٹھہر نہیں گیا بلکہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ اس بڑھنے کی رفتار کتنی ہے؟ کس رفتار سے آپ ﷺ کا درجہ بلند تر ہوتا جارہا ہے؟۔ ایک آدمی کے پیدل چلنے کی اوسط رفتار چار پانچ میل فی گھنٹہ ہے۔ یعنی ایک گھنٹہ میں وہ چار یا پانچ میل کا فاصلہ طے کرلیتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں ایک تانگہ اتنے ہی وقت میں آٹھ میل کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ تانگہ کی نسبت سائیکل زیادہ تیز رفتار ہے۔ چنانچہ وہ ایک گھنٹہ میں دس میل طے کرلیتی ہے۔ مال گاڑی اس سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ وہ ایک گھنٹہ میں بیس پچیس میل طے کرلیتی ہے۔ پسنجر گاڑی ان سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ وہ ایک گھنٹہ میں چالیس میل طے کرلیتی ہے۔ میل یا ایکسپریس اس کے مقابلہ میں زیادہ تیز رفتار ہے اور ایک گھنٹہ میں ساٹھ میل طے کرلیتی ہے۔ اب فاصلہ طے کرنے کا دارمدار کس کی رفتار پر ہے ایک مقررہ وقت میں کوئی جتنا تیز رفتار ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ آگے نکل جائے گا۔

اگر درمیانے درجے کا کوئی آدمی پیدل چلے اور ایک دن میں بارہ گھنٹے کا سفر کرے تو وہ اڑتالیس میل طے کرے گا۔ لیکن اس کی نسبت ایک تیز رفتار آدمی ایک دن میں بارہ گھنٹے پیدل سفر کر کے ساٹھ میل طے کرے گا۔

اسی طرح ایک تانگہ بارہ گھنٹے کے سفر میں آٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چھیانوے۔ یعنی تقریباً ایک سو میل طے کرے گا۔ جبکہ اس کی نسبت ایک سائیکل دس میل فی گھنٹہ کے حساب سے بارہ گھنٹے سفر کرنے کے بعد ایک سو بیس میل طے کرے گی۔

ایک مال گاڑی جو پچیس میل کی رفتار سے چلتی ہے۔ بارہ گھنٹے کے سفر میں وہ تین سو میل طے

کرلیتی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں ایک پسنجر ٹرین جس کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ ہے۔ وہ بارہ گھنٹے کے سفر میں چھ سو میل طے کرتی ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رفتار میں جتنی تیزی ہوگی اتنا ہی زیادہ فاصلہ طے ہوگا۔ کسی چیز کی رفتار جتنی زیادہ ہوگی۔ وہ چیز اتنی ہی زیادہ آگے نکل جائے گی۔

جسمانی دنیا میں جب یہ اصول مسلمات میں سے ہے تو روحانی دنیا میں بھی یہی اصول تسلیم کیا جائے گا۔ روحانی دنیا میں اگر پہلے کی رفتار کسی دوسرے کی رفتار سے کم ہے تو دوسرا پہلے سے آگے نکل جائے گا۔ اگر دوسرے کی رفتار تیسرے سے کم ہے تو تیسرا ان دونوں سے آگے نکل جائے گا۔ اسی طرح اگر تیسرے کی رفتار چوتھے کی رفتار سے کم ہے تو چوتھا ان دونوں سے آگے نکل جائے گا۔ وعلی ہذا القیاس!

کیونکہ جسمانی دنیا میں ہمارا آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ پسنجر ٹرین جب چلتی ہے تو میل ٹرین سے ایک گھنٹہ پہلے روانہ ہوتی ہے۔ لیکن کراچی تک پہنچتے پہنچتے وہ میل ٹرین سے بارہ گھنٹے پیچھے رہ جاتی ہے۔ بارہ گھنٹے کا یہ فرق ظاہر کرتا ہے کہ جس کی رفتار زیادہ ہوتی ہے وہ اتنا ہی آگے نکل جاتا ہے۔

اسی طرح روحانی دنیا میں جس کا درجہ بڑا ہوتا ہے اس کی رفتار بھی زیادہ تیز ہوتی ہے اور وہ فاصلہ بھی زیادہ طے کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ درجہ ابتداء میں بڑا تو ہوتا ہی ہے لیکن انتہا میں اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

جب آنحضرت ﷺ کے مدارج عالیہ ہر لحہ بڑھتے چلے جارہے ہیں تو ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے مدارج عالیہ کے بڑھنے کی رفتار کیا ہے؟۔

یہ رفتار بتانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سفر کرایا۔ وہ سفر جسم کا ہے اور یہ ایک ضابطہ ہے کہ جسم اتنا تیز رفتار نہیں ہوتا جتنا کہ روح تیز رفتار ہوتی ہے۔ درجہ کی بلندی اور اس بلندی کی رفتار روح کی رفتار پر موقوف ہے جسم پر تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جسمانی سفر کرایا اور ہمیں سمجھایا کہ جب جسم اطہر کی رفتار کا یہ عالم ہو تو اندازہ کرلو کہ اس روح اقدس کی رفتار کا کیا عالم ہوگا؟ اور جب روح کی تیز رفتاری کا تصور کرلو تو جان لو کہ مدارج عالیہ کس رفتار سے ہر لحہ بڑھ رہے ہیں۔

یونان کے فلسفہ کی رو سے پہلا آسمان زمین سے اتنے فاصلے پر ہے کہ اگر ایک آدمی مسلسل پیدل چلتا رہے تو پانچ سو سال میں آسمان تک پہنچے گا۔ پھر آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ زمین اور آسمان کے

درمیان کی مسافت ہے۔ یعنی اس کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اسی طرح دوسرا آسمان پہلے آسمان سے پانچ سو سال کی مسافت پر ہے اور اس کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے آسمان کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت کا راستہ ہے اور تیسرے آسمان کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس طرح ساتوں آسمان.......... تو گویا سات آسمانوں کی کل چودہ مسافتیں ہوئیں۔ اس طرح ساتوں آسمانوں کا کل فاصلہ ایک عام آدمی کے جسم کے لئے سات ہزار برس کی مسافت کے برابر ہے۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا راستہ دو مہینہ کی مسافت پر ہے۔ ساتوں آسمان سے اوپر بھی آپ ﷺ تشریف لے گئے لیکن وہاں کی مسافت کا اندازہ ہمارے احاطہ تصور سے باہر ہے۔ کیونکہ یونانی فلسفہ کی نگاہ اس سے آگے نہیں پہنچی۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک دو ماہ کا راستہ۔ بیت المقدس سے سات آسمانوں تک کا سفر۔ سات ہزار برس کی مسافت کا فاصلہ اور اس سے بھی آگے جہاں کا عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور راتوں رات آن کی آن میں واپس تشریف لے آئے۔ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ نمازیں پڑھیں' امامت کرائی' انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی' عالم روحانی کی سیر کی' فرشتوں سے بات چیت کی' اللہ تعالیٰ سے بھی ملاقات کی' دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوئے' محب اور محبوب کی باتیں ہوئیں اور جب آپ واپس تشریف لائے تو ساتواں آسمان طے کیا اور چھٹے آسمان پر تشریف لائے۔ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے آئے ہو۔ وہاں سے کیا تحفہ لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی امت کے لئے روزانہ پچاس نمازوں کی فرضیت کا حکم لے کر آیا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھو میاں! تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ میرا تجربہ ہے کہ تمہاری امت سے یہ پچاس نمازیں نہیں پڑھی جائیں گی۔ میرا کہا مانو! تو تم اللہ تعالیٰ کے پاس دوبارہ جاؤ اور تخفیف کرالاؤ۔

آنحضرت ﷺ چھٹے آسمان سے اللہ تعالیٰ کے پاس دوبارہ تشریف لے گئے اور تخفیف کے لئے عرض کیا تو پانچ نمازیں معاف ہو گئیں۔ اب آپ پینتالیس نمازوں کی فرضیت کا حکم لے کر آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ تخفیف کرانے کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ دوبارہ تشریف لے گئے تو پانچ نمازیں پھر معاف ہو گئیں۔ اس مرتبہ جب آپ چھٹے آسمان پر آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر تخفیف کرانے کا

مشورہ دیا۔ غرض نو دفعہ آپ کا چھٹے آسمان تک آنا جانا ہوا۔ یعنی اٹھارہ مسافتیں آپ ﷺ نے طے فرمائیں۔ چھٹے آسمان سے ساتویں آسمان تک پندرہ سو برس کی مسافت ہے اور آسمان سے آگے کے فاصلہ کا علم نہیں۔ اب یہ حساب تم کرتے رہو کہ کتنی مسافت آپ ﷺ نے طے فرمائی۔

سفر کے دوران ہزارہا کام ہوئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے گفتگو فرمائی۔ فرشتوں کو دیکھا۔ جنت کا مشاہدہ کیا۔ دوزخ کا عذاب ملاحظہ فرمایا۔ وہاں آپ ﷺ نے جوئے بازوں کو عذاب میں گرفتار دیکھا۔ زانیوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا۔ سود خوروں کا برا انجام دیکھا۔ جھوٹوں اور غیبت کرنے والوں پر عذاب الٰہی کا مشاہدہ فرمایا۔ جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو روتے دیکھا۔ جنت میں آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کا محل دیکھا۔ فرشتہ سے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ اس نے بتایا حضرت عمر فاروقؓ کا ہے۔ محل کے دروازہ پر آپ ﷺ نے ایک لونڈی کو وضو کرتے دیکھا۔ جب آپ ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان فرمایا تو حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا! میں نے تمہارے محل کو جنت میں دیکھا۔ میں نے چاہا کہ اندر داخل ہو کر بھی دیکھ لوں تو فوراً خیال آیا کہ عمر غیرت مند ہے اگر ایسا کیا گیا تو یہ اس کی غیرت کے خلاف ہوگا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور روتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ غیرت تو دوسروں سے کی جاسکتی ہے لیکن آپ ﷺ کے بارے میں میں غیرت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

مختصراً یہ کہ آپ ﷺ نے بہت کچھ دیکھا اور اتنا سفر کیا کہ تو اور میں چلیں تو آسمانوں تک پہنچتے پہنچتے ہزارہا سال گزر جائیں لیکن جب آپ ﷺ واپس حجرہ مقدسہ میں تشریف لائے تو بستر جو کسی کے اٹھنے کے بعد چند لمحوں تک گرم رہتا ہے اور پھر ٹھنڈا ہو جاتا ہے وہ ابھی تک گرم تھا ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ جب کوئی وضو کرتا ہے تو وضو کا پانی ایک دو گز بہتا چلا جاتا ہے اور پھر رک جاتا ہے۔ جب آپ ﷺ معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے تو اس سے پہلے آپ ﷺ نے وضو فرمایا تھا اور پانی بہنے لگا جب آپ ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو پانی ابھی بہہ رہا تھا۔

اسی طرح دروازہ کھولنے سے دروازہ کی کنڈی ہلتی ہے اور کچھ دیر تک ہلتی رہتی ہے تو جب آپ ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو کنڈی ابھی تک ہل رہی تھی۔ یعنی معراج کرنے میں اور واپس تشریف لانے میں اتنی دیر بھی نہ گزری تھی کہ دروازہ کی کنڈی ہل کر ٹھہر جائے۔ وضو کا پانی بہہ کر رک

جائے اور بستر ٹھنڈا ہو جائے بلکہ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو کنڈی ہل رہی تھی' بستر گرم تھا اور پانی بہہ رہا تھا۔

جب حبیب کبریا ﷺ کے جسم اطہر کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہے تو روح اقدس کی تیز رفتاری کا ذرا اندازہ تو لگاؤ۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روح جسم سے زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے۔ جسم کی تیز رفتاری کا عالم دیکھ لو اور نبی کریم ﷺ کی روح اقدس کی تیز رفتاری کا تصور کر لو تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ آپ کے مدارج عالیہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس رفتار سے ہر آن اور ہر لحہ بلند تر ہوتے جارہے ہیں۔ آج چودہ سو سال ہونے کو آئے ابھی آپ ﷺ کے درجات اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھتے چلے جارہے ہیں اور قیامت تک بڑھتے چلے جائیں گے۔

تو رسول اللہ ﷺ کے معراج کی دوسری وجہ یا غرض یہ تھی کہ ہمیں بتلا دیا جائے' ہم دنیا والوں پر واضح کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب رسول اکرم ﷺ کا مرتبہ ہر آن ہر لحہ کتنی تیز رفتاری سے بلند تر ہوتا جارہا ہے۔

اب ایک مسئلہ عرض کر دوں

وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کلام میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب معراج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے پیغمبران کرام علیہم السلام سے ملاقات کی۔ آسمانوں پر ان سے باتیں کیں اور میٹنگیں کیں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں

پہلے آسمان پر میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' میں (آنحضرت ﷺ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتفاق سے قیامت کا بھی ذکر چل نکلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ قیامت کی تاریخ کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا! قیامت کے بارے میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ ایک روز قیامت آئے گی۔ لیکن قیامت کی قطعی تاریخ کا مجھے علم نہیں دیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی جواب میں فرمایا! قیامت کا آنا تو معلوم ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن کب آئے گی اس کا مجھے علم نہیں عطا کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے

فرمایا جب میری باری آئی تو یہی سوال مجھ سے بھی دریافت کیا گیا۔ میں نے جواب دیا! قیامت کے وقوع کا تو علم ہے کہ قیامت ضرور قائم ہوگی لیکن اس بات کا مجھے بھی علم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کی تاریخ کا علم مجھے بھی عطا نہیں فرمایا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! قیامت کی تاریخ کا تو مجھے بھی علم نہیں۔ ہاں! اتنا ضرور جانتا ہوں کہ قیامت ضرور آئے گی۔ البتہ ایک بات بتادوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ جب تک میں زمین پر واپس نہیں جاؤں گا اور دجال کو قتل نہیں کروں گا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ چنانچہ جب میں زمین پر واپس چلا جاؤں گا اور دجال کو قتل کردوں گا تو اس کے کہیں بعد قیامت واقع ہوگی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی اس میٹنگ سے دو مسئلے نکلتے ہیں

پہلا تو یہ کہ ملائکہ مقربین سے لے کر ان حبیب کبریا ﷺ کی ذات اقدس تک جنہیں عرش پر بلایا گیا کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے سارا علم نہیں دیدیا بلکہ علم کا کچھ حصہ اپنے پاس بھی رکھا ہے جیسا کہ قیامت کے وقوع کی تاریخ کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہی پاس رکھا ہے۔ کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے علم دے کر بھی خلق اور خالق میں فرق رکھا ہے۔ ورنہ اگر سارا علم دے دیا جاتا تو خالق اور مخلوق میں مابہ الامتیاز نہ رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارا علم کسی کو نہیں دیا۔

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ بادشاہ جب کسی کو اپنے خزانہ میں سے کچھ عطا کرتا ہے تو اگرچہ یہ صحیح ہے کہ لینے والے کا گھر بھر جاتا ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ دینے والے کا خزانہ خالی نہیں ہوجاتا ورنہ اگر خزانہ خالی ہوجایا کرے تو بادشاہ اور رعیت میں فرق باقی نہ رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو علم سب سے زیادہ عطا فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا لیکن سارا علم عطا نہیں فرمایا۔ ورنہ خالق اور مخلوق میں فرق باقی نہ رہتا۔

دوسرا مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع الجسد آسمانوں پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ آپ کو پھانسی نہیں دی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت سے پہلے زمین پر دوبارہ بھیجا جائے گا۔ آپ کانے دجال کو قتل کریں گے۔ یہ دو مسئلے انبیاء کرام علیہم السلام کی اس میٹنگ سے ثابت ہوئے۔ اب میں آپ کو ایک اور واقعہ بتاتا ہوں۔

سیدنا امام مالکؒ نے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا۔ سیدنا امام مالکؒ کو مفتی مدینہ کہتے تھے۔ چونکہ وہ مدینہ میں رہتے تھے اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اس لئے انہیں مفتی مدینہ کہا جاتا تھا۔ ان کا ایک اور لقب بھی تھا۔ فقہ کے آئمہ اربعہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک سیدنا امام مالکؒ بھی تھے اور مدینہ منورہ کو "دارالہجرۃ" بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی۔ اس لئے سیدنا امام مالکؒ کو "امام دارالہجرۃ" بھی کہتے ہیں۔ ان کا مزار بھی مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں ہے۔ جہاں حاجی اب بھی فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں۔

بات سے بات نکل آتی ہے کہ ایک بات اور بھی بتادوں۔ امام مالکؒ جب تک مدینہ منورہ میں رہے ساری عمر جوتا کبھی نہیں پہنا۔ فرمایا کرتے تھے جس شہر کی گلیوں نے سرور کونین ﷺ کے قدم مبارک کو چوما ہو میری یہ مجال کہ میں اس خاک مبارک پر اپنے جوتے رکھوں۔ چنانچہ ساری عمر ننگے پاؤں رہنا گوارہ کیا لیکن جوتے پہن کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں چلنا برداشت نہ کیا۔

ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے وجود اقدس کی تو یہ عظمت تھی۔ اب رسول اکرم ﷺ کے کلام کی عظمت کا اعتراف بھی سن لو۔ جن لوگوں نے کبھی حج کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کو جاتے ہوئے راستہ میں آخری پڑاؤ کا نام "بیر علیؓ" ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس کا نام ذوالحلیفہ تھا۔

اگر نظر دوڑائیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کسی زمانہ میں اس جگہ دریا بہتا ہوگا۔ جب بارش ہوا کرتی تھی تو پہاڑوں اور پتھروں سے پانی رستا ہوا اس جگہ جمع ہو جاتا تھا اور بیر علیؓ اور مدینہ طیبہ کے درمیان والی جگہ میں پانی لہریں مار کر چلنا شروع کر دیتا۔ ان دنوں جب کبھی بارش برستی تھی تو چونکہ اس علاقے میں دور دور تک پانی کا نشان نہیں ملتا۔ اس لئے اہل مدینہ کے لئے وہ موقعہ بڑی خوش نصیبی کا ہوتا تھا۔ مدینہ طیبہ کے عوام و خواص، تاجر و حکام، عالم، مزدور، زمیندار اور افسر سبھی نہانے کے لئے اس مقام پر آیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بارش ہوئی اور پانی بدستور ندی کی طرح بہہ نکلا تو تمام اہل مدینہ نہانے کے لئے جوق در جوق جانے لگے تو سیدنا امام مالکؒ اپنے شاگردوں سمیت اور گورنر مدینہ اپنے افسروں سمیت خوشی خوشی نہانے جارہے تھے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ جب بھیڑ ہو جاتی ہے۔ چلتے چلتے آدمی ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔ گورنر مدینہ کی نگاہ حضرت امام مالکؒ پر جاپڑی۔ اس نے انہیں دیکھا تو ان کے قریب آیا اور پوچھا۔ رسول

اکرم ﷺ کی فلاں حدیث کس طرح ہے؟۔

امام مالکؒ نے جواب دیا۔ بے ادب کہیں کے راستہ میں چلتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی حدیث پوچھتا ہے۔ تجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارک سے گستاخی کرتے ہوئے حیا نہیں آتی؟۔ تو اس بات کے لائق ہے کہ تجھے وہ سزا دی جائے جو حدیث رسول مقبول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو دی جاتی ہے۔

واپسی پر گورنر نے ایسا نہیں کیا کہ امام مالکؒ پر کوئی جھوٹا مقدمہ چلا دیا ہو یا تھانیدار سے کہہ کر انہیں گرفتار کروا دیا ہو یا کسی دفعہ کی خلاف ورزی کے جرم میں ماخوذ کر دیا۔ نہیں! نہ کوئی جھوٹا مقدمہ چلایا نہ تھانیدار سے کہہ کر گرفتار کرایا اور نہ ہی کسی دفعہ کے تحت کوئی کارروائی کی بلکہ دوسرے روز قاضی شہر کو بلایا۔ یاد رکھئے کہ ایک مفتی ہوتا ہے اور قاضی۔ مفتی اسے کہتے ہیں جو شرعی اصولوں کی روشنی میں حکم لگائے اور قاضی اسے کہتے ہیں جو مفتی کے حکم کو جاری کرتا اور اس پر عمل کراتا ہے تو گورنر مدینہ نے دوسرے روز قاضی شہر کو بلایا اور اسے مفتی مدینہ کے پاس بھیجا کہ ان سے دریافت کرو کل مجھ سے جو گستاخی ہوئی تھی اس کی سزا کیا ہے؟۔

امام صاحبؒ نے جواب دیا۔ چونکہ تم نے راہ چلتے میں حدیث نبی کریم ﷺ کی توہین کی ہے۔ اس لئے اس گستاخی کی سزا یہ ہے کہ تمہیں چالیس بید لگائے جائیں۔ جب قاضی شہر یہ جواب لے کر پہنچا تو گورنر مدینہ نے قاضی کے سامنے خود کو سزا کے لئے پیش کر دیا اور چالیس بید اپنے جسم پر لگوائے۔ امام مالکؒ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے ایک شاگرد کو گورنر ہاؤس بھیجا کہ جا کر گورنر سے کہو کہ میں اپنے درس میں کل تمہیں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہوں۔

گورنر کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی تھی۔ دوسرے روز وہ بھی درس حدیث میں شریک ہوا۔ اس روز امام مالکؒ نے چالیس احادیث بیان کیں۔ درس ختم ہوا تو امام مالکؒ نے گورنر سے فرمایا! تم نے بے ادبی کی تھی اور اس پر نادم ہوئے تم نے اپنی اس غلطی کی سزا دنیا میں حاصل کر لینا پسند کیا اور سزا بھی لے لی۔ اس لئے میں تم سے بہت زیادہ خوش ہوں۔ میری طرف سے تمہارے لئے یہ انعام ہے کہ فی بید میں نے تمہیں ایک حدیث سنائی ہے............ امام صاحبؒ کا یہ کہنا تھا کہ گورنر کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ رو رو کر کہنے لگا۔ کاش! میرے اور بھی زیادہ بید لگتے تاکہ میں زیادہ احادیث سن سکتا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اس کا بھی جواب دیتا جاؤں۔

امام مالکؒ کیا دوسروں کے بارے میں بھی اتنے ہی سخت تھے۔ یعنی وہ دوسروں سے ہی کلام رسول مقبول ﷺ کا ادب کراتے تھے یا وہ خود بھی ادب کرتے تھے؟۔ امام مالکؒ کا قاعدہ تھا کہ درس سے پہلے روزانہ وضو فرما کر غسل کیا کرتے تھے۔ کیونکہ غسل سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے۔ اس کے بعد روزانہ دھلے ہوئے کپڑے بدلتے۔ ایک دن پہلے کے کپڑے پہن کر درس حدیث دینا خلاف ادب سمجھتے تھے۔ بعد ازاں خوشبو لگا کر سفید اور نئی دھلی ہوئی چادر رکھا کرتے تھے۔ اس پر بیٹھ کر پڑھاتے اور کپڑے یا چادر بدلے بغیر کسی دن بھی درس حدیث نہیں دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حسب معمول درس دینے بیٹھے درس شروع کیا پڑھاتے پڑھاتے چہرے کا رنگ بدلا لیکن آپ نے بالکل حرکت نہیں کی۔ بدستور پڑھاتے رہے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پھر چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ لیکن آپ نے پہلو تک نہ بدلا اور پڑھاتے رہے۔ کچھ دیر بعد پھر چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ شدت درد کی کیفیت کے آثار ہویدا تھے لیکن آپ اپنی جگہ سے ذرہ برابر بھی نہ ہلے۔ اسی طرح بیٹھے درس دیتے رہے۔ اسی طرح سات مرتبہ آپ کے چہرے پر درد کے آثار نمایاں ہوئے اور چہرہ کا رنگ بدلتا رہا لیکن آپ نے حدیث پڑھانا بند نہ کیا۔ جب درس ختم ہوا تو چونکہ سردی کا زمانہ تھا۔ چمڑے کے موزے پہن رکھے تھے۔ انہیں اتارنے لگے۔ شاگردوں نے عرض کیا آج آپ کے چہرہ کا رنگ بار بار بدل رہا تھا۔ کیا وجہ تھی؟۔ اتنے میں چمڑے کے موزے اتارے تو ایک موزہ میں سیاہ رنگ کا ایک بڑا بچھو نکلا۔

ہوا یہ تھا کہ درس دیتے دیتے بچھو نے ڈنگ مارا تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ دوسری مرتبہ جب پھر ڈنگ مارا تو پھر آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ غرض جب وہ بچھو کاٹتا تھا تو شدت درد سے آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا۔ شاگردوں نے عرض کیا۔ جب بچھو نے پہلی دفعہ ڈنگ مارا تو آپ نے جبھی موزے اتار کر کیوں نہیں دیکھ لیا۔

جواب میں امام صاحبؒ نے فرمایا! میں درس حدیث دے رہا تھا۔ جب بچھو نے پہلی بار ڈنگ مارا تو میں نے گوارہ نہ کیا کہ حدیث رسول مقبول ﷺ بیان کرتے کرتے روک دوں اور اپنے پاؤں کو ہاتھ لگاؤں۔ جب بھی بچھو کاٹتا تھا تو شدت درد کے باوجود طبیعت نہیں چاہتی تھی کہ حدیث بیچ میں چھوڑ دوں اور موزہ اتار کر دیکھ لوں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے حدیث کا احترام باقی نہیں رہتا۔

یہ تھا وہ احترام جو خود امام مالکؒ حدیث کا کیا کرتے تھے۔ اب یہ بھی سن لو کہ اس وقت کی حکومتیں حدیث نبی کریم ﷺ کا کتنا احترام کرتی تھیں۔

خلیفہ ہارون الرشید جب حج کے لئے گیا تو حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر حاضر ہوا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو میرے روضہ پر حاضر ہوا اور سلام پڑھا تو گویا اس نے میری زیارت کی۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر موت کا ضابطہ تو پورا ہو جاتا ہے۔ ان کا تعلق باقی دنیا سے بظاہر کٹ تو جاتا ہے لیکن انہیں ہماری طرح موت نہیں آتی۔ وہ مرنے کے بعد بھی اپنے روضہ اقدس میں زندہ رہتے ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ چونکہ روضہ پر جانے والے کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زیارت کے مثل قرار دیا ہے۔ اس لئے علمائے کرام کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص روضہ اقدس پر حاضر ہو اور سلام پڑھے تو واپس آکر یوں نہ کہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے مقبرہ کی زیارت کے لئے گیا اور سلام پڑھا بلکہ یوں کہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے گیا۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ مقبرہ کی زیارت کے لئے گیا یہ دراصل ہماری غلطی ہے۔ کیونکہ جب یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے گیا تھا تو اس کلام سے یہ نکلا کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور جب یہ کہے کہ مقبرہ کی زیارت کے لئے گیا تو اس سے یہ نکلا کہ وہ مردہ ہیں۔ حالانکہ نصوص قطعیہ سے رسول اللہ ﷺ کا حیات ہونا ثابت ہے تو ہارون الرشید حج کے بعد رسول اللہ ﷺ کے دیدار کے لئے مدینہ طیبہ پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میرے پاس نہ آیا اس نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو حج کرنے کے بعد میرے پاس آیا اور مجھ پر درود و سلام پڑھا قیامت میں اس کی شفاعت کا ذمہ دار میں ہوں گا۔ چنانچہ ہارون الرشید روضہ اطہر پر حاضر ہوا۔ درود و سلام پڑھا۔

اس کے بعد وہ امام مالکؒ کے پاس آیا اور اپنے شہزادوں کو درس حدیث پڑھانے کے بارے میں کہنے لگا۔ آپ میرے بچوں کو آکر پڑھا دیا کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ پیاسا کنوئیں کے پاس خود آتا ہے۔ کہنے لگا اچھا ایسا کیجئے کہ ایک وقت مقرر کر دیجئے اس میں میرے بچے آئیں گے اور سبق پڑھ کر چلے جائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تیرے بچوں کے لئے ایک وقت مقرر کر دوں اور اس وقت میں باقی امت محمدیہ کو حدیث رسول سے محروم کر دوں۔ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ کہنے لگا اچھا وقت مقرر نہ کیجئے ایک طرف جگہ ہی مقرر کر دیں وہاں کسی دوسرے کو بیٹھنے کی

اجازت نہ ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ کلام تو اس پیغمبر ﷺ کا پڑھاؤں جس کے ہاں امیر و غریب میں فرق نہ تھا۔ جس کے نزدیک بادشاہ اور غلام' رئیس اور گدا سبھی برابر تھے اور اجازت اس کی دوں کہ تیرے لڑکے سنہری غالیچوں پر بیٹھیں اور فقیروں کے بچے ٹاٹ پر بیٹھیں۔

ہارون الرشید رو پڑا اور کہنے لگا اچھا وقت اور جگہ مقرر نہ کیجئے۔ میرے بچے عام طلبہ کی طرح آئیں گے۔ لیکن آپ اپنے درس میں بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ فرمایا! اگر وہ پڑھنا چاہتے ہیں اور پڑھ سکیں تو اجازت ہے۔

اب وہ واقعہ عرض کرتا ہوں جس کے لئے میں نے اتنی بات کی۔ امام مالکؒ ہر سال حج کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جب زیادہ بوڑھے ہوگئے تو حج پر جانا چھوڑ دیا۔ کیونکہ فرض تو ادا کر ہی چکے تھے۔ مستزاد یہ کہ کئی نفلی حج بھی کر چکے تھے۔ بڑھاپے میں یہ معمول ختم کر دیا۔ کیونکہ فرماتے تھے کہ میری تمنا یہ ہے کہ اگر مجھے موت آئے تو مدینہ منورہ ہی میں مروں اور حشر کے دن جب اٹھایا جاؤں تو مدینہ کی مٹی ہی سے اٹھوں۔ اب چونکہ بڑھاپا شروع ہو چکا تھا اس لئے حج کرنے کے لئے جانے میں یہ امر مانع تھا کہ کہیں مدینہ سے باہر موت نہ آجائے اور نہ جائیں تو یہ ارمان دل میں کروٹیں لیتا ہے کہ حج کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ حج کرتا ہوں تو مشکل' نہ کروں تو مشکل۔ امام مالکؒ اسی شش و پنج میں تھے کہ ایک روز انہیں رسول پاک ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضور سرور کائنات ﷺ میری دلی تمنا یہ ہے کہ مدینہ میں ہی میری موت آئے لیکن جب حج کے دن آتے ہیں تو ایک طرف حج کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ کہیں مدینہ سے باہر میری موت نہ آجائے۔ دوسری طرف یہ خیال آتا ہے کہ حج کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حج کے دنوں میں مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوتا ہے۔ اگر حج کے لئے جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے نہ جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اتنا بتا دیجئے کہ میری عمر کتنی باقی ہے تاکہ میں اطمینان سے حج بھی کر سکوں اور میری دلی تمنا بھی پوری ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ البتہ اپنا دست مبارک اٹھا کر پانچ انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

امام مالکؒ خواب سے بیدار ہوئے تو سوچنے لگے کہ پتہ نہیں میری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے۔ پانچ گھنٹے ہیں یا پانچ دن۔ پانچ مہینے ہیں' پانچ سال ہیں یا پانچ صدیاں؟۔ آخر کیا چیز پانچ ہے جو میری عمر میں سے باقی رہ گئی

ہے ؟۔باوجود کافی غور و فکر کے جب سمجھ میں نہ آیا تو آپ نے اپنے ایک شاگرد کو عراق میں ابن سیرینؒ کے پاس بھیجا کیونکہ وہ فن تعبیر کے ماہر تھے۔ خواب کے مطلب کو تعبیر کہا کرتے ہیں۔ چونکہ ابن سیرینؒ فن تعبیر میں مہارت رکھتے تھے اس لئے ان کے پاس اپنے ایک شاگرد کو یہ کہہ کر بھیجا۔ تم ان سے میرا نام نہ لینا بلکہ یوں کہنا کہ ایک آدمی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ سے اپنی عمر پوچھی تو آپ ﷺ نے جواب میں پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا۔ اب بتائیے !اس شخص کی کتنی عمر باقی رہ گئی ہے ؟۔پانچ دن یا پانچ سال یا پانچ مہینے اور میرا نام ہرگز نہ بتانا۔ شاگرد عراق میں ابن سیرینؒ کے پاس پہنچا اور انہیں بتایا کہ ایک آدمی نے اس طرح ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی عمر بتائیے کتنی ہے ؟۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو ؟۔ اس نے کہا مدینہ منورہ سے آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا خواب کس نے دیکھا ہے ؟۔اس نے جواب دیا نام تو نہیں بتاتا۔ انہوں نے کہا کہ تو نام نہ بتا میں مطلب نہیں بتاتا۔ جب اس نے یہ کہا جس نے خواب دیکھا ہے اس نے مجھے یہ کہا ہے کہ میرا نام نہ بتانا۔ ابن سیرینؒ نے کہا تو پھر ان سے اجازت لے کر آؤ تب مطلب بتاؤں گا۔

ذرا غور کریں ابن سیرینؒ نے یہ نہیں کہا کہ وہ جس نے خواب دیکھا ہے کونسا یہاں بیٹھا ہے۔ چل تو بتا ہی دے کیا نام ہے ؟۔ نہیں بلکہ فرمایا یہاں سے مدینہ منورہ تک واپس جاؤ اور اجازت لے کر آؤ۔

ہمارے ہاں کیا رواج ہے کتنی معمولی سے معمولی اور بڑی سے بڑی بات کیوں نہ ہو۔ کتنی ہی راز داری کا معاملہ ہو لیکن خود بھی فوراً وہ راز اگل دیں گے اور دوسرے کو بھی مجبور کریں گے۔ لیکن نہیں۔ انہوں نے فرمایا! جاؤ اجازت لے کر آؤ۔

ابن سیرینؒ ایماندار تھے۔ انہوں نے یہ تو برداشت کر لیا کہ اس شاگرد کو واپس بھیج دیں لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ اس شاگرد سے بغیر اجازت خواب دیکھنے والے کا نام پوچھ لیں۔ اسی طرح وہ شاگرد بھی دیانت دار تھا۔ اس نے یہ نہ سوچا کہ کون اب اتنی دور واپس جائے اور آئے چلو ان کا نام بتا ہی دو۔ نہیں بلکہ اس نے سفر کے آنے جانے کی مشقت تو برداشت کر لی لیکن ایسا نہ کیا کہ بغیر اجازت ایک راز داری کے معاملہ کو ظاہر کر دیا جائے۔ اس شاگرد نے یہ بھی نہیں کیا کہ کچھ دن اودھر اودھر تفریح کر کے واپس آجاتا اور نام بتا دیتا بلکہ اجازت لینے کے لئے مدینہ منورہ واپس روانہ ہو گیا۔ لیکن ہم ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکیں۔ دن رات میں ہم سینکڑوں کے حساب سے جھوٹ بولتے ہیں۔ آئے دن جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں اور راز داری کے معاملات کو بلا کسی خوف و خطر کے فوراً ظاہر کر دیتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس شاگرد اور ابن سیرینؒ کے

عمل سے عبرت حاصل کریں۔

جب شاگرد جانے لگا تو ابن سیرینؒ نے کہا کہ تو چاہے بتایا نہ بتا۔ راز ظاہر کر یا نہ کر لیکن میں بتادوں کہ اگر تو مدینہ منورہ سے آیا ہے تو یہ خواب امام مالکؒ نے دیکھا ہے۔ ان کے سوا مدینہ میں کسی دوسرے شخص کو یہ خواب نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس شاگرد کا طرز عمل یہاں بھی سبق آموز ہے اس نے اب بھی نہیں کہا کہ اب تو آپ نے بوجھ لیا۔ اب آپ سے کیا چھپانا۔ ہاں یہ خواب امام مالکؒ نے ہی دیکھا ہے بلکہ عرض کیا کہ حضرت جس شخص نے خواب دیکھا ہے اس کی مجھے ہدایت ہے کہ نام نہ بتانا۔ اس لئے میں آپ کو نام نہیں بتا سکتا۔ اجازت لے آؤں تو پھر عرض کر دوں گا۔

وہ شاگرد واپس مدینہ منورہ پہنچا۔ امام مالکؒ کو سارا واقعہ سنایا اور ان سے اجازت لی۔ اجازت لینے کے بعد واپس آکر ابن سیرینؒ کو بتایا کہ واقعی یہ خواب حضرت امام مالکؒ نے دیکھا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ یہ بتایئے کہ میری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے۔

ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ انگلیوں کے اشارے سے عمر نہیں بتائی۔ امام مالکؒ سے کہنا تمہاری عمر کے بارے میں اشارہ نہیں فرمایا بلکہ تمہیں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف متوجہ کیا گیا جس میں ذکر آتا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ پانچ انگلیوں سے مقصود تمہاری عمر کی طرف اشارہ نہ تھا بلکہ یہ بتایا گیا کہ کیا تم نے آیت کریمہ: " ان اللّٰہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بائی ارض تموت ۰ " نہیں پڑھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم تو خواہ کتنا ہی دے دیا لیکن سارے کا سارا علم نہیں دیا۔ یہ صحیح ہے کہ باقی مخلوق سے زیادہ دیا لیکن سارا نہیں دیا۔ یہ تو صحیح ہے کہ لینے والے کا تو گھر بھر گیا لیکن دینے والے کا خزانہ خالی نہیں ہوا۔ اگر سارا دے دیا جاتا تو خالق اور مخلوق کے علم میں فرق باقی نہ رہ جاتا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو بہت کچھ دینے کے بعد بھی سارے کا سارا نہیں دیا۔

ابھی میں نے آپ کے سامنے امام مالکؒ کا خواب بیان کیا۔ فن تعبیر خواب بھی ایک بڑا فن ہے۔ خواب کے فن ہونے کی اس بات پر ایک خواب یاد آیا وہ بھی بتاتا جاؤں۔

امام ابن سیرینؒ کے پاس ایک مرتبہ ایک آدمی آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے دوپہر کو ایک

خواب دیکھا ہے کہ میری چارپائی کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا دوڑ کر جا اور اپنا سامان اور بیوی بچوں کو گھر سے نکال لے کیونکہ جہاں تو سوتا ہے اس کمرہ کی دیوار گرنے والی ہے۔ وہ دوڑا ہوا گیا اپنی بیوی بچوں کو اور سامان کو جلدی جلدی گھر سے نکالا کہ اتنے میں دیوار گر پڑی اور سارا مکان بیٹھ گیا۔

ایک دوسرے آدمی نے آپ کے پاس آکر بتایا کہ رات کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ میری چارپائی کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جہاں تو سوتا ہے وہاں اپنی چارپائی کے نیچے زمین کھود کر خزانہ نکال لے۔ اس نے جاکر زمین کو کھودا تو وہاں سے خزانہ نکلا۔ ایک تیسرا آدمی جس نے یہ دونوں تعبریں سنی تھیں۔ کہنے لگا حضرت خواب تو دونوں کا ایک ہی تھا لیکن تعبیریں آپ نے دو بتائیں۔ ایک کا مکان گر گیا دوسرے نے خزانہ پایا۔ یہ کیسے ہوا؟۔ انہوں نے جواب میں بتایا کہ ایک کا خواب گرمی کے زمانہ کا تھا۔ اس لئے اس کے خواب کی تعبیر مکان کا گرنا ہوئی اور دوسرے کا خواب سردی کے زمانے کا تھا۔ اس لئے اس کے خواب کی تعبیر خزانہ حاصل کرنا ہوئی۔

اب خواب کی بات چل نکلی تو ایک اور واقعہ یاد آیا کہ حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرٹھ' مراد آباد اور بریلی سے بطخیں آرہی ہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا دو چار دن تک تمہیں ملازمت مل جائے گی۔ لیکن اگر مجھے مٹھائی کھلادو تو بیس روپے کی نوکری ملے گی اور اگر مٹھائی نہ کھلاؤ گے تو گیارہ روپے کی ملے گی۔ اس نے مٹھائی کھلانے کا وعدہ کرلیا اور چلا گیا۔ دوسرے روز اس کے پاس بیس روپے تنخواہ والی نوکری ملنے کی خبر آئی۔ اس وقت کی بیس روپے والی نوکری آج کی دو ہزار روپے کی نوکری سے کہیں زیادہ حیثیت کی حامل تھی۔ اس نے مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت صاحب خواب تو میں نے دیکھا اور ملازمت بھی مجھے ملی لیکن کیا وجہ کہ اگر آپ مٹھائی لیں تو مجھے بیس روپے کی ملازمت ملے اور اگر آپ کو مٹھائی نہ ملے تو گیارہ روپے والی نوکری ملے!

انہوں نے جواب میں فرمایا! بطخ کو لفظ بط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں اس کے لئے یہی لفظ مشترک ہے لیکن فرق یہ ہے کہ فارسی میں صرف دو حرف ہیں ب اور ط لیکن عربی میں چونکہ حرف ط دو مرتبہ ہے اس لئے اسی لفظ کو بط تشدید سے پڑھتے ہیں جبکہ فارسی میں ط بغیر تشدید کے ہے۔ چونکہ خواب کی تعبیر کا دارومدار تعبیر بیان کرنے والے کی مراد پر ہے۔ اس لئے اگر تم مٹھائی کھلاؤ گے تو میں بط پر شد تصور کرلوں گا تو (۲ ۹ ۹) بیس بن جائیں گے ورنہ (۲ ۹) گیارہ ہی رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ خواب کے مطلب کا دارومدار تعبیر بیان کرنے والے کی نیت پر بھی ہوتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ تو کسی مولوی صاحب خوابوں میں پڑ گئے۔ لیکن ایک بات یہاں بتاتا جاؤں۔

وہ یہ کہ جب کوئی خواب دیکھو تو کسی کو نہ بتاؤ ممکن ہے وہ کوئی برا نتیجہ نکال لے اور اس طرح کوئی برا اثر ہی مرتب ہو جائے۔ اس لئے کبھی کسی انجان کو کوئی خواب نہ بتاؤ بلکہ اگر بتانا ہی ہے تو کسی ایسے شخص کو بتاؤ جو خواب کی تعبیر سے اچھی طرح واقف ہو اور دوسرا یہ کہ تمہارا ہمدرد ہو تاکہ اچھا ہی نتیجہ نکالے۔ لیکن ہمارے ہاں کیا رواج ہے کہ رات کو میاں نے خواب دیکھا تو صبح اٹھ کر بیوی کو بتادیا اور بیوی نے دیکھا تو صبح کو میاں کو بتادیا یا یہ کہ بیٹی نے خواب دیکھا تو ماں کو بتادیا اور ماں نے خواب دیکھا تو بیٹی کو بتادیا۔ ایسا نہ کیا کرو۔

ایک دوسری بات یہ بھی یاد رکھو کہ جب کوئی برا خواب دیکھو تو یہ نہ سمجھا کرو کہ اس کا برا ہی نتیجہ نکلے گا کیونکہ خواب کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور باطن کچھ اور ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اگر تمہارے خیال میں کوئی برا خواب تم کو نظر آئے تو کسی ماہر سے اس کی تعبیر معلوم کرلو۔

دنیا جانتی ہے کہ ہارون الرشید کی بیوی کو کتنی بے غیرتی کا خواب دکھائی دیا۔ اتنا برا کہ حیا اسے بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ ملکہ نے اپنی لونڈی کو خواب بتا کر اس سے کہا کہ میرا نام نہ لینا اور اپنا نام لے کر کہنا کہ مجھے یہ خواب نظر آیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے پاس بھیجا کہ اس کا مطلب پوچھ کر آؤ۔ اس لونڈی نے جب امام ابو یوسفؒ کو خواب سنایا تو انہوں نے کہا کہ یہ خواب تیرا نہیں ہے۔ یہ خواب جس نے دیکھا ہے وہ خود آکر مجھ سے پوچھے تو بتاؤں گا۔ کیونکہ اس خواب کی بات کو تو نہیں بلکہ کوئی شہزادی ہی پورا کر سکتی ہے۔ آخر میں ابو یوسفؒ نے بتایا کہ اس خواب کا مطلب یہ ہے کہ ملکہ ایک ایسی نہر کھدوائے گی جس سے مخلوق خدا عرصہ دراز تک نفع اٹھائے گی۔

حج کرنے والے جانتے ہیں کہ مکہ میں نہر زبیدہ دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے کہ نہر نکلتی کہاں سے ہے اور ایک ہمارے ہاں کی نہریں ہیں کہ چھ چھ مہینے تک خشک پڑی رہتی ہیں تو خواب کا ظاہر کتنا برا اور باطن کتنا اچھا نکلا!

اسی طرح ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قرآن شریف رکھا ہوا ہے اور اس پر اس نے پیشاب کردیا۔ وہ شخص بیدار ہو کر رو دیا بیٹا اور چلانے لگا کہ مجھ سے خدا جانے کیا گناہ سرزد ہو گیا جس کی سزا میں مجھے یہ

کچھ نظر آیا۔ اب نجانے میرا انجام کیا ہوگا؟۔ لوگوں نے بہت روکا اور بہت پوچھا کہ ہمیں بتاؤ تو سہی کیا ہوا لیکن وہ یہی کہتا رہا کہ بتانے کی بات ہو تو بتاؤں اور روتا چیختا چلاتا جنگل کی طرف نکل گیا۔ گریہ زاری کرتا ہوا جارہا تھا کہ ایک درویش ملے اسے اس حال میں دیکھا تو اسے روک کر پوچھا۔ کیوں بھائی کیابات ہے۔ اتنی آہ وزاری کیسی۔ اس نے کہا کیا بتاؤں بتا نہیں سکتا کیا ہوا؟۔ انہوں نے پھر پوچھا ارے آخر کیا ہوگیا؟۔ کہنے لگا بتانے کی بات ہی نہیں بتاؤں کیسے؟۔ انہوں نے پھر پوچھا ایسا کیا حادثہ ہوگیا؟۔ اس نے کہا میں کچھ بتا ہی نہیں سکتا۔ بس بتانے کی بات ہی نہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ ارے کچھ بتاؤ تو سہی بتائے گا تو پتہ چلے گا۔ میں بھی دیکھوں ایسی کیابات ہے؟۔ آخر بہت اصرار کے بعد جب اس نے اصل واقعہ بیان کیا تو وہ بزرگ بہت ہنسے اور اس سے پوچھا کیا تورات کو بیوی کی چارپائی پر گیا تھا۔ کہنے لگا جی ہاں گیا تھا۔ انہوں نے کہا بس یہ تجھے بشارت ہوئی کہ تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر حافظ قرآن بنے گا۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ خواب کا ظاہر کیا اور باطن کیا؟۔ اسی لئے خواب کے ظاہر پر کبھی مت جاؤ۔

وہ جو ہمارے گھریلو جھگڑے ہوتے ہیں نا۔ ارے بھائی یہی آپس میں دو سگے بھائیوں کا جھگڑا جو ہوتا ہے تو ایک دفعہ ایک بھائی نے جھگڑتے جھگڑتے غصے میں آکر دوسرے بھائی کو ماں کی گالی دی۔ حالانکہ ماں دونوں کی ایک ہی تھی۔ دوسرے کو اس پر غصہ آیا تو اس نے اپنے بھائی کو بہن کی گالی دے دی۔ اب کوئی اس سے پوچھے ارے غصہ تو تجھے اس بات پر آیا تھا کہ تیرے بھائی نے تجھے ماں کی گالی دی لیکن غصہ نکالنے کا یہ کیا طریقہ ہے کہ اس نے ماں کی گالی دی تو تو نے اسے بہن کی گالی دے ڈالی۔ غصہ تو تجھے گالی پر آیا تھا بیچاری بہن پر کیوں نکالا؟۔

اس طرح ہمارے ہاں گھر میں جب باپ کو اپنے بیٹے پر غصہ آتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ الو کا پٹھا۔ اب کون اس سے کہے کہ "پٹھا" تو بیٹا بن گیا لیکن تو کون ہوا؟۔ اسی طرح ماں غصہ میں آکر اپنے بیٹے کو کہہ دیتی ہے "حرام زادے" اب کون اسے بتائے کہ اری نیک بخت تیرا بیٹا تو حرام کا لیکن کیا یہ بھی جانتی ہے کہ تو کیا بن گئی؟۔

بہادر شاہ ظفر نے بھی کیا خوب کہا ہے:

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا
خواہ کیسا ہی ہو صاحب فہم وذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

غرض گریلو جھگڑوں میں اور خواہ جھگڑا کیسا بھی ہو آدمی کو چاہئے کہ احتیاط سے بات کرے کہیں غصہ میں آپے سے باہر ہو کر اس قسم کی باتیں نہ کرے جن سے اس کا اپنا دامن ہی داغدار ہو جائے۔

دیوبندی بریلوی' جھگڑا بھی ایسا ہی ہے۔ ایک گھریلو جھگڑا ہے۔ دیوبندی بھی حنفی اور بریلوی بھی حنفی۔ لیکن وہ جس طرح ایک بھائی نے دوسرے کو ماں کی گالی دی اور اس نے جواب آں غزل میں بہن کی گالی عرض کر دی۔ اسی طرح ان میں بھی آپس میں کفر سازی کی ہمہ گیر مہم شروع ہو گئی۔ نہ بھائی ایسا نہ کرو۔ یہ شغل تکفیر بند کرو۔

بریلویوں کی طرف سے دیوبندیوں پر جہاں اور کئی دوسرے اعتراضات ہیں وہاں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دیوبندیوں کا کلمہ الگ ہے۔ محاسبہ عوام سے ڈر کر یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ایسا کہنا کفر ہے اور جائز نہیں لیکن یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں بار بار یہی کہے تو کوئی حرج نہیں۔ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ حالت خواب میں اور حالت بیداری میں بہت فرق ہے۔ خواب میں کوئی قول یا فعل اپنے اختیار میں نہیں اور خواب اپنے بس کی بات نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا اس نے ہر مرتبہ استغفار پڑھ کر توبہ کی ہے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ کلمہ کفر ہے۔

اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ صدر ایوب کے بجائے اس نے کرسی صدارت سنبھالی ہے اور تمام ملک میں اسی ہی کا سکہ چل رہا ہے اور اسی کا حکم مانا جا رہا ہے اور صبح کو اٹھ کر اگر وہ اپنا یہ خواب بیان کرے کیا تم اسے ملک کا صدر سمجھ لو گے۔ کیا واقعی وہ صدر بن گیا۔

اسی طرح اگر کوئی قیدی خواب میں یہ دیکھے کہ میں رہا ہو گیا ہوں اور آزاد دنیا میں چل پھر رہا ہوں تو کیا حقیقتاً وہ آزاد ہو گیا ہے؟۔ نہیں ہرگز نہیں؟۔ بعینہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ میں قید ہو گیا ہوں تو کیا تم اسے قیدی تسلیم کر لو گے؟۔ کیا حقیقت میں وہ قیدی ہو گیا؟۔ نہیں! ہم خواب دیکھنے والے کو صدر نہیں مان لیتے اور نہ ہی یہ مانتے ہیں کہ اس نے صدر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم قیدی کو آزاد اور آزاد کو قیدی اس لئے نہیں مانتے کہ اس نے خواب ہی تو دیکھا ہے۔ اس لئے خواب اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خواب سے متعلق ایک مقدمہ کا جو فیصلہ اسی بنیاد پر کیا وہ بھی سن لو۔

ایک آدمی نے دوسرے سے کہا۔ رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے تیری ماں کے ساتھ برا کام کیا ہے۔ اسے غصہ آگیا اور غصہ آنے والی ہی بات تھی۔ اس نے خواب دیکھا تھا تو کیا ہوا؟۔ اس نے دوسرے آدمی کی بے عزتی کی تھی نا؟۔ ارے خدا کے بندے اس قسم کا خواب دیکھا تھا تو چپ ہو جاتا کیا بتانا ضروری تھا۔ مختصر یہ کہ جب قصہ بہت بڑھا تو مقدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے سن کر فوراً ہی یہ نہیں فرمایا کہ خواب ہی تو دیکھا ہے کیونکہ دوسرا آدمی بہت غصہ میں تھا۔ اگر اس سے ہمدردی نہ کی جاتی تو وہ لڑنے مرنے پر آمادہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا! کیا ایسا کہا۔ عرض کی جی ہاں ایسا ہی کہا ہے۔ آپ نے دوبارہ تعجب سے دریافت فرمایا! واقعی یہی کہا ہے۔ عرض کی جی حضور آپ نے فرمایا! جا تو تلوار لے آ۔ وہ دوڑا ہوا گیا اور گھر سے تلوار اٹھالایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اس کے سائے پر تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے۔ وہ حیران ہو کر بت کی طرح کھڑا رہ گیا۔ جب آپ نے دوبارہ فرمایا کہ میں نے کہا ہے کہ اس کے سائے پر تلوار مار۔ تب کہنے لگا حضور سائے پر کیسے تلوار ماروں۔ کہیں سایہ پر بھی کبھی تلوار ماری جاتی ہے؟۔ فرمایا پھر خواب ہی تو تھا۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ خواب ہی تو تھا حقیقت تو نہ تھی۔ یہ مسئلہ یاد رکھئے کہ اگر تارا سنگھ حالت خواب میں کلمہ پڑھ لے تو ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر خدانخواستہ نعوذباللہ میں خواب میں دیکھ لوں کہ میں عیسائی ہو گیا ہوں تو کیا حقیقت میں میں عیسائی ہو گیا؟۔

بالکل اسی طرح جب مولوی سلیم صاحب لدھیانوی کی زبان پر بلا اختیار جو کلمہ جاری ہوا تو مطلب یہ نہیں جو آپ نکال رہے ہیں بلکہ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ تمہارا پیر اتباع سنت میں کامل ہے۔

تو امام ابن سیرینؒ نے امام مالکؒ کو کہلوایا کہ تمہاری عمر نہیں بتائی گئی بلکہ تمہیں اشارہ دیا گیا کہ کیا تم نے قرآن مجید کی وہ آیت نہیں پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

”ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وماتدری نفس ماذا تکسب غدا وماتدری نفس بائی ارض تموت۔“

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سارے کا سارا علم نہیں دیا بلکہ کچھ علم صرف اپنے پاس ہی رکھا ہے۔ کسی اور کو نہیں دیا۔ (جاری ہے!)

ادارہ

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ اور مرزا قادیانی

انوار و تجلیات‘فیوض و برکات‘عقیدت و افتخار کے لحاظ سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دو ایسے روحانی و نورانی مراکز ہیں جن کی روئے زمین پر نظیر نہیں ملتی۔مکہ فضیلتوں کا شہر ہے۔یہاں اللہ تعالیٰ کا وہ گھر ہے جسے ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا۔اس شہر میں انبیاء کے امام جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔یہی وہ شہر ہے جس کی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں قسمیں کھاتا ہے۔یہی وہ شہر ہے جسے مختلف محبوب ناموں سے کبھی بلد الامین‘کبھی ام القریٰ اور کبھی حرم امن کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔اس شہر کو ارض قرآن ہونے کا شرف حاصل ہے۔بیت اللہ میں پڑھی جانے والی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

مکہ عابدوں کی جگہ ہے۔مدینہ عاشقوں کا مقام ہے۔مدینہ میں سرکار دو عالم ﷺ کا روضہ اقدس ہے جو مرجع خلائق ہے۔کل روئے زمین پر ایسے آستانہ جودوکرم کی مثال نہیں ملتی۔یہاں شاہ وگدا سبھی بھکاری ہیں۔اس سرزمین کی فضیلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی مٹی کے ذروں نے رحمت عالم ﷺ کی قدم بوسی کا اعزاز حاصل کیا۔اس سرزمین کی معراج قسمت کہ امام الانبیاء ﷺ اسی میں پردہ نشین ہیں۔یہی وہ شہر ہے جہاں گنبد خضریٰ کی بہاروں سے فضا گلفام ہے۔ستر ہزار ملائکہ روزانہ درود وسلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔مدینہ میں ہر دن عید اور ہر شب شب سعید ہے:

سراجاً منیرا نگار مدینہ
تجلی مکہ بہار مدینہ

مرزا غلام احمد قادیانی کا دل جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کے دونوں شہروں کے بارہ میں بغض اور عداوت سے بھرا پڑا تھا۔وسائل کے باوجود اس کا ارتدادی جذبہ اور زندیقیت اسے مکہ اور مدینہ نہ لے جاسکا اور نہ ہی اسے مرکز مہر ووفا کا دیدار کرنے کی توفیق ہوئی۔مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانہ

حیات (۱۸۹۱ء) میں معروف سیرت نگار قاضی سلمان منصور پوریؒ نے فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام حج کریں گے۔ عمرہ کریں گے۔ مدینہ طیبہ میں حاضری دیں گے اور نزول کے پینتالیس سال بعد فوت ہو کر روضہ طیبہ میں دفن ہوں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی خود کو مسیح کہتا ہے لیکن :

”میں نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیشگوئی کو سب صاحب یاد رکھیں۔“ (تائید اسلام ص ۱۱۶)

اس اعلان کے پندرہ سال بعد تک مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی زندہ رہا مگر اسے حرمین کی حاضری سے قدرت نے محروم رکھا۔ جس طرح جناب رسالت مآب ﷺ کے مقابل مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی خانہ ساز نبوت کا ڈھونگ رچایا اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مرکز قادیان کو مکہ و مدینہ سے برتر ثابت کرنے میں مختلف نوعیت کے دعویٰ کرتا رہا۔

اس بارہ میں اس کی خرافات کا نمونہ یہ ہے :

❖............”اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ : ”انا انزلناہ قریباً من القادیان ۔ “تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے ؟۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں ! واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ ‘ مدینہ اور قادیان۔“ (ازالہ اوہام (حاشیہ) ص ۴۰ حصہ اول ‘خزائن ص ۱۴۰ ج ۳ ‘از مرزا غلام احمد قادیانی)

❖............”

زمین قادیان اب محترم ہے

ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین ص ۵۲ ‘از مرزا غلام احمد قادیانی)

❖............”لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ (قادیان میں

بقیہ صفحہ :16پر

پروفیسر منور احمد ملک

بسلسلہ میں ایک احمدی تھا

اسلام کے احیاء کی پیشگوئی

قادیانی جماعت کے آغاز کا جواز چودھویں صدی میں اسلام کے احیاء کے بارے میں بزرگوں کے اقوال اور چند احادیث کے استدلال کی بنیاد پر تھا۔ جس کے مطابق اسلامی تعلیم کی کمی اور مسلمانوں کی مذہبی زبوں حالی کو ختم کرنے کے لئے چودھویں صدی میں نئی تحریک یا تحریکیں اٹھیں گی۔ قادیانی اس کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں سورۃ صف میں: ''آخرین'' کے الفاظ والی آیات میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے حوالے سے اشارہ دیا گیا ہے کہ آئندہ آنے والے لوگوں میں محمد ایک بار پھر تشریف لائیں گے۔ یعنی بروزی طور پر۔ یعنی کسی دوسری شخصیت کے روپ میں اور اسلام کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ اس کے لئے: ''آخرین'' والی آیت کے مفہوم کو بیان کرنے والی ایک حدیث کو بیان کیا جاتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو لوگوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ہم میں سے ہیں مگر ابھی ملے نہیں۔ تو حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا گیا تو کوئی فرد یا کچھ افراد اس کو دوبارہ لے آئیں گے۔ قادیانی اسے حضرت سلمان فارسیؓ کی نسل سے امام مہدی کے ظہور کے لئے پیش کرتے ہیں۔ قادیانی کچھ مسلمان بزرگوں کے اقوال سے امام مہدی کے ظہور کا زمانہ چودھویں صدی بتاتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں میں بھی چودھویں صدی میں امام مہدی کے ظہور یا اسلام کی ترقی کے بارے میں بات مشہور تھی۔ چنانچہ جب قادیانیوں نے عام مسلمانوں سے کہا کہ آپ چودھویں صدی میں امام مہدی کے ظہور کو مانتے ہیں تو اب مانو۔ یہ دیکھو مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں امام مہدی آچکے ہیں۔ لہذا لوگوں نے ''موقع غنیمت'' جانتے ہوئے ان کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ جنہوں نے قبول نہیں کیا وہ انتظار میں رہے اور جب چودھویں صدی نصف سے زائد گزر گئی تو بعض علماء نے یہاں تک کہہ دیا کہ چودھویں صدی ختم نہیں ہوگی جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہوگا۔ چنانچہ قادیانی مسلمانوں کی کم علمی کا تمسخر اڑاتے اور گنتی کے حساب سے چودھویں صدی کے ختم اور پندرھویں کے شروع

ہونے کا یقین دلاتے۔ چودھویں صدی میں اسلام کے احیاء کا انتظار کرنے والے مایوس ہو گئے۔ قادیانی اس آئیڈیا کو کیش کروا گئے۔

قادیانیوں کا استدلال غلط ثابت ہو گیا

اگر تو قرآن کی آیت سے اس حدیث پر آیا جائے جس میں "رجل "اور" رجالاً" کا ذکر ہے تو اس کے مطابق نہ تو یہ امام مہدی کی پیش گوئی بنتی ہے اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ ظہور کے متعلق ہے۔ نہ ہی حدیث میں یہ بات ہے پھر ایک فرد یا کئی افراد کا ذکر ہے۔ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ ایک امام مہدی ہو گا یا کئی امام مہدی ہوں گے۔ کیا قادیانی اس حدیث کی بناء پر اور امام مہدیوں کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ نہیں یقیناً نہیں۔ بلکہ سو سالہ تاریخ جواب دے چکی ہے کہ کئی امام مہدی کے دعویدار آئے مگر قادیانیوں نے کسی کو بھی نہیں مانا۔ امام مہدی کے متعلق قادیانیوں کے پاس کوئی واضح حدیث نہیں۔ جس کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کو امام مہدی ثابت کر سکیں۔ کیونکہ جتنی بھی احادیث ہیں امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو اکٹھا لا رہی ہیں۔ قادیانیوں نے ہاتھ پاؤں مار کر ابن ماجہ کی ایک حدیث تلاش کر لی جس میں ہے کہ : "نہیں امام مہدی مگر عیسیٰ" کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ مہدی نہیں ہیں۔ یعنی دونوں ایک وجود ہیں۔ اگر یہ حدیث اسی طرح ہے اور سچی ہے تو پھر درجنوں دوسری احادیث کا کیا کریں گے جو ان دونوں کو الگ الگ کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک کو نظر انداز کریں گے اور درجنوں کے اجتماعی فیصلے کو مانیں گے۔ قادیانیوں نے تو اس حدیث کو اس طرح لیا جس طرح بوڑھی مائی جو کسی حادثے کی وجہ سے بے ہوش تھی اور لوگ اس کے بارے میں مختلف مشورے دے رہے تھے اور مائی بے ہوش پڑی تھی۔ جو نہی کسی دور کھڑے شخص نے کہا کہ اسے دودھ میں جلیبی ڈال کر دو تو مائی فوراً بول اٹھی کہ اپنی باتوں میں لگے ہو اس شخص کی بات بھی تو سنو۔ یعنی اپنے مطلب کی بات دور سے نکال کر لے آنا مائی کے قصے کا خلاصہ ہے۔

قادیانیوں کو یہ ایک حدیث تو نظر آئی مگر درجنوں کے حساب سے دوسری احادیث نظر نہ آئیں۔

درج بالا بحث سے یہ بات سامنے آئی کہ نہ "رجل" اور نہ "رجال" میں امام مہدی کی پیش گوئی ہے اور نہ امام مہدی کی صورت میں وہ ایک وجود ہے۔ وہ جب بھی آئیں گے دو وجود ہوں گے۔ اب اس حدیث کا کیا کریں جس میں احیاء اسلام کی پیش گوئی ہے اور دیگر مسلمان دوسری احادیث اور روایات پر اس ایمان پر

قائم ہیں کہ چودھویں صدی میں اسلام کا احیاء ہو گا اور امام مہدی نازل ہوں گے۔

احیاء اسلام کی پیش گوئی پوری ہو گی؟

مسلمانوں کے لئے یہ ایک خوشخبری کی حیثیت رکھتی ہے کہ پیش گوئی پوری ہو چکی ہے مایوسی کی ضرورت نہیں اور چودھویں صدی کو نہ ختم ہونے کا آئیڈیا دے کر تمسخر کا موقع دینے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ چودھویں صدی کے آغاز یا تیرھویں صدی کے آخری دور میں مسلمانوں کی مذہبی اور علمی حالت کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی اور علمی حالت کے لحاظ سے مسلمان خاصے کمزور ہو چکے تھے اور مسلمان دانشور اور مفکر اس فکر میں مبتلا تھے کہ مسلمانوں کا کیا بنے گا؟۔ قادیانی اس حوالے سے علامہ اقبال' مولانا حالی اور دیگر مفکروں کے اقوال اور اشعار پیش کرتے ہیں جن میں مسلمانوں کی مذہبی زبوں حالی کا رونا رویا گیا ہے۔ اس کو بھی قادیانی جواز کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو مسلمان دانشور کسی مسیحا کی تلاش میں تھے اور دعا کر رہے تھے کہ یا خدایا مسلمانوں کی حالت کو سدھارنے کے لئے کوئی مسیحا بھیج۔ چنانچہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے مسیحا بننے کا پروگرام بنایا اور مسیح موعود کا دعویٰ کر دیا۔ اب چودھویں صدی کا آغاز ہوتا ہے ایک طرف مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ کر کے ایک نئے سلسلے کی بنیاد رکھتا ہے۔ دوسری طرف مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں قوتیں آگے بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ چودھویں صدی کے آغاز سے برصغیر میں مذہبی قوتیں طاقت پکڑنا شروع کرتی ہیں۔ جس کا ایک بڑا مظاہرہ پاکستان کے لئے کوششوں اور بعد میں پاکستان کے وجود کی شکل میں ہوا کہ کروڑوں کے حساب سے مسلمان یکجا ہو گئے اور اسلامی تعلیم اور عمل کے لئے ایک مضبوط پلیٹ فارم مل گیا۔ پھر 1940ء کے لگ بھگ مولانا مودودی میدان میں آئے اور ایک تحریک جماعت اسلامی کی شکل میں چلا دی۔ یہ جماعت 60 سال سے مسلمانوں کو متحرک کرنے کے لئے اہم رول ادا کر رہی ہے۔ اسلام کی تبلیغ اور تنظیم پر زور دیا جاتا ہے۔ خصوصاً جوانوں کو علمی میدان میں آگے بڑھانا اور منظم کرنا ان کی ترجیحات میں شامل ہے۔ چودھویں صدی کے آغاز سے ہی مجلس احرار اسلام اٹھ کر پورے برصغیر پر چھا گئی اور مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا۔ ایک گروپ تبلیغی جماعت کے طور پر سامنے آیا۔ یہ بھی چودھویں صدی کا تحفہ ہے کہ مسلمانوں میں تبلیغ کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ایک ایسا

گروپ پیدا ہوا جو اپنا آرام و سکون چھوڑ کر اپنی دنیاوی حیثیت کو بالائے طاق رکھ کر خانہ بدوشوں کی طرح بستر اٹھائے اپنی انا جذبات کی قربانی دیتے ہوئے گلی گلی شہر شہر ہفتوں اور مہینوں کے لئے اپنے شہر اپنے علاقے اپنے رشتہ داروں بیوی بچوں سے دور نکل جاتا ہے اور ایک ایک دروازے پر دستک دے کر نماز کی آدائیگی کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور عملی تربیت کی طرف زور دیتا ہے۔ آج ان کی وجہ سے پوری دنیا میں اسلام کی تبلیغ جاری ہے۔

یہ بات سو فیصد پوری ہو چکی ہے کہ چودھویں صدی میں ''کئی افراد'' ثریا پر جانے والے ایمان کو دوبارہ دنیا میں لا چکے ہیں۔ یہ صرف بر صغیر یا پاکستان کی بات نہیں بلکہ تمام اسلامی ملک چودھویں صدی میں آزاد ہوئے جو اسلام کی ترقی کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ پھر ان مسلمان ملکوں میں مذہبی مدرسوں' عبادت گاہوں کا قیام اور لاکھوں نوجوانوں کو مذہبی تعلیم دینا کیا اسلام کا احیاء نہیں ہے۔

جتنی ترقی اسلام نے یا مسلمانوں نے چودھویں صدی میں کی ہے یہ گزشتہ نو صدیوں میں بھی نہیں ہوئی۔ اس دور کا مسلمان علمی لحاظ سے چودھویں صدی کے علمی معیار سے کئی سو گنا اوپر ہے۔ جب تیرھویں صدی سے پچھلی دو چار صدیوں کا جائزہ لیں تو مسلمانوں کا گراف نیچے جا رہا تھا۔ بر صغیر میں مغلوں کے زوال کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی زیر زمین چلے گئے۔ مسلمانوں نے چودھویں صدی میں اسلام کے احیاء کو امام مہدی سے مشروط کر کے قادیانیوں کو موقع دیا کہ اسے کیش کروالیں۔ حالانکہ کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جس نے امام مہدی کے ظہور کو چودھویں صدی کے ساتھ مشروط کیا ہو۔ اب اگر کوئی عالم اس پر اصرار کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ چودھویں صدی ہی میں امام مہدی نے آنا تھا تو گویا وہ اسلام کی خدمت نہیں بلکہ اسے نقصان پہنچا رہا ہے۔ کیونکہ وہ ثابت کرنا چاہ رہا ہے کہ گویا پیش گوئی غلط ہو گئی اور پیش گوئی کرنے والا غلطی پر تھا۔ (نعوذ باللہ!) یہ ضرور ہے کہ سمجھنے والے سمجھنے میں غلطی کھا گئے یا استدلال میں غلطی ہو گئی۔ یوں قادیانیوں نے گھیر کر تمام اسلامی لٹریچر کے استدلال کو چودھویں صدی پر لانے کی کوشش کی تاکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا ثابت کیا جائے۔

یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ مذکورہ حدیث میں پیش کی جانے والی پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے اگر یقین نہ آئے تو گزشتہ پچاس سالوں میں اپنے علاقوں میں مذہبی اور علمی حوالے سے ہونے والی ترقی کا جائزہ لیں۔ پچاس سال قبل کتنی عبادت گاہیں اور مدرسے تھے اور اب کتنے ہیں۔ مذہبی عبادت گاہوں میں ی

بقیہ صفحہ :64پر

ادارہ

دارالافتاء ختم نبوت

مسلمان اور قادیانی کے کلمہ اور ایمان میں بنیادی فرق

سوال..... انگریزی دان طبقہ اور وہ حضرات جو دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے لیکن مسلمانوں کے آپس کے افتراق سے بیزار ہیں۔ قادیانیوں کے سلسلہ میں بڑے گومگو میں ہیں۔ ایک طرف وہ جانتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہئے جبکہ قادیانیوں کو کلمہ کا بیج لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ دوسری طرف وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا۔ برائے مہربانی آپ بتائیے کہ قادیانی جو مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہیں کیونکر کافر ہیں؟۔

جواب..... قادیانیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں۔ جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو پھر آپ لوگ مرزا قادیانی کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟۔ مرزا قادیانی کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم اے نے اپنے رسالہ ''کلمۃ الفصل'' میں اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ان دونوں جوابوں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ قادیانی صاحبان ''محمد رسول اللہ'' کا مفہوم کیا لیتے ہیں؟۔

مرزا بشیر احمد کا پہلا جواب یہ ہے کہ:

''محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپؐ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں۔ ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں! حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے مگر مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت کے بعد ''محمد رسول اللہ'' کے مفہوم میں

ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔

غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔"

یہ تو ہوا مسلمانوں اور قادیانی غیر مسلم اقلیت کے کلمے میں پہلا فرق...... جس کا حاصل یہ ہے کہ قادیانیوں کے کلمہ کے مفہوم میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شامل ہے اور مسلمانوں کا کلمہ اس نئے نبی کی "زیادتی" سے پاک ہے۔ اب دوسرا فرق سنئے! مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ:

"علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) نبی کریمؐ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) خود فرماتا ہے: "صار وجودی وجوده" (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ ہی کا وجود بن گیا ہے۔) نیز: "من فرق بینی وبین المصطفے فما عرفنی ومارئ." (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا۔ اس نے مجھے نہ پہچانا۔ نہ دیکھا۔) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ (نعوذباللہ۔ ناقل) جیسا کہ آیت: "آخرین منهم" سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو اس کی ضرورت پیش آتی .... فتدبروا!"

(کلمۃ الفصل ص ۱۵۸ مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلجنز جلد ۱۴، نمبر ۳، ۴ بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہوا کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں اور قادیانی جب "محمد رسول اللہ" کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتا ہے۔

مرزا بشیر احمد ایم اے نے جو لکھا ہے کہ :

"مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لئے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔" یہ قادیانیوں کا بروزی فلسفہ ہے۔ جس کی مختصر سی وضاحت یہ ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کو دنیا میں دوبار آنا تھا۔ چنانچہ پہلے آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور دوسری بار آپ ﷺ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بروزی شکل میں۔ معاذاللہ...... مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں جنم لیا۔ مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ' خطبہ الہامیہ اور دیگر بہت سی کتابوں میں اس مضمون کو بار بار دہرایا ہے۔ (دیکھئے خطبہ الہامیہ) یاد رہے کہ قادیانیوں کا یہ بروزی فلسفہ بعینہ ہندوؤں کا اواگون ہے۔

اس نظریہ کے مطابق قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی کو "عین محمدؐ" سمجھتی ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ نام' کام' مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی اور محمد رسول اللہ کے درمیان کوئی دوئی اور مغائرت نہیں ہے۔ نہ وہ دونوں علیحدہ وجود ہیں بلکہ دونوں ایک ہی شان' ایک ہی مرتبہ' ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی' غیر مسلم اقلیت..... مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ تمام اوصاف والقاب اور مرتبہ ومقام دیتی ہے جو اہل اسلام کے نزدیک صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی بعینہ محمد رسول اللہ' محمد مصطفیٰ ہیں' احمد مجتبیٰ ہیں' خاتم الانبیاء ہیں' امام الرسل ہیں' رحمتہ اللعالمین ہیں' صاحب کوثر ہیں' صاحب معراج ہیں' صاحب مقام محمود ہیں' صاحب فتح مبین ہیں' زمین وزمان اور کون ومکان صرف مرزا قادیانی کی خاطر پیدا کئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ

اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بقول ان کے مرزا قادیانی کی "بروزی بعثت" آنحضرت ﷺ کی اصل بعثت سے روحانیت میں اعلیٰ واکمل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا زمانہ روحانی ترقیات کی ابتدا کا زمانہ تھا اور مرزا قادیانی کا زمانہ ان ترقیات کی انتہا کا...... وہ صرف تائیدات اور دفع بلیات کا زمانہ تھا اور مرزا قادیانی کا زمانہ برکات کا زمانہ ہے۔ اس وقت اسلام پہلی رات کے چاند کی مانند تھا (جس کی روشنی نہیں ہوتی) اور مرزا قادیانی کا زمانہ چودہویں رات کے بدر کامل کے مشابہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کو تین ہزار معجزے دیئے گئے تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو دس لاکھ بلکہ دس کروڑ بلکہ بے شمار۔ حضور ﷺ کا ذہنی ارتقاء وہاں تک نہیں پہنچا جہاں تک مرزا غلام احمد قادیانی نے ذہنی ترقی کی۔ آنحضرت ﷺ پر بہت سے وہ رموز واسرار نہیں کھلے جو مرزا غلام احمد قادیانی پر کھلے۔

مرزا قادیانی کی آنحضرت ﷺ پر فضیلت وبرتری کو دیکھ کر...... قادیانیوں کے بقول اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام نبیوں سے عہد لیا کہ وہ مرزا قادیانی پر ایمان لائیں اور ان کی بیعت و نصرت کریں۔ خلاصہ یہ کہ قادیانیوں کے نزدیک نہ صرف مرزا قادیانی کی شکل میں محمد رسول اللہ ﷺ خود دوبارہ تشریف لائے ہیں بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہونے والا قادیانی "محمد رسول اللہ" اصلی محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنی شان میں بڑھ کر ہے۔ نعوذباللہ استغفر اللہ۔

چنانچہ مرزا قادیانی کے ایک مرید (یا قادیانی اصطلاح میں مرزا قادیانی کے "صحابی") قاضی ظہور الدین اکمل نے مرزا قادیانی کی شان میں ایک "نعت" لکھی۔ جسے خوش خط لکھوا کر اور خوبصورت فریم بنوا کر قادیانی کی "بارگاہ رسالت" میں پیش کیا۔ مرزا قادیانی اپنے نعت خواں سے بہت خوش ہوا اور اسے بڑی دعائیں دیں۔ بعد میں وہ قصیدہ نعتیہ مرزا قادیانی کے ترجمان اخبار بدر جلد ۲ نمبر ۴۳ میں شائع ہوا۔ وہ پرچہ راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے چار اشعار ملاحظہ ہوں:

امام اپنا عزیزو! اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دارالاماں میں

غلام احمد ہے عرش رب اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں!
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مرزا قادیانی کا ایک اور نعت خواں قادیان کے "بروزی محمد رسول اللہ" کو ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

صدی چودہویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدر الدجیٰ بن کے آیا

محمد پئے چارہ سازیٔ امت
ہے اب "احمد مجتبیٰ" بن کے آیا

حقیقت کھلی بعثت ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(الفضل قادیان ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء)

یہ ہے قادیانیوں کا "محمد رسول اللہ" جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔

چونکہ مسلمان آنحضرت ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کو خاتم النبیین اور آخری نبی مانتے ہیں۔ اس لئے کسی مسلمان کی غیرت ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آپ ﷺ کے بعد پیدا ہونے والے کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی منصب نبوت پر قدم رکھنے کی اجازت دی جائے۔ کجا کہ ایک "غلام اسود" کو نعوذباللہ "محمد رسول اللہ" بلکہ آپ ﷺ سے بھی اعلیٰ و افضل بناڈالا جائے۔ بنابریں قادیان کی شریعت مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دیتی ہے۔

مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ:

"اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے۔ کیونکہ مسیح موعود (مرزا) نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے۔"

"اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذباللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت (قادیان کی بروزی بعثت .... ناقل) میں جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے .... آپ کا انکار کفر نہ ہو۔" (کلمۃ الفصل ص ۱۴۷)

دوسری جگہ لکھتا ہے کہ:

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (ص ۱۱۰)

اس کا بڑے بھائی مرزا محمود احمد لکھتا ہے کہ: بقیہ صفحہ 64:پر

تحریر: فیاض حسن سجاد

ولی کامل رئیس الاتقیاء حضرت مولانا محمد منیر الدینؒ

سلسلہ عالیہ قادریہ ' چشتیہ اور نقشبندیہ کے ولی کامل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر ' جامع مسجد سنہری کے خطیب ' استاد العلماء مولانا محمد منیر الدین طویل علالت کے بعد 18 اپریل 2001ء مطابق 23 محرم الحرام 1422ھ کو حرکت قلب بند ہو جانے سے دار الفناء سے دار البقاء کی طرف عارضی حیات سے دائمی حیات کی طرف انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

یوں تو ہر کسی کے لئے یہ جہاں فانی ہے۔ دنیا فانی ہے۔ اس جہاں میں جو بھی آیا جانے کے لئے ہی آیا ہے مگر حقیقت ہے کہ علمائے ربانی کے جانے سے ایک عالم ویران ہو تا ہے۔ موت العالم موت العالم مگر لاکھوں میں چند خوش نصیب وہ ہوتے ہیں جو ہزاروں افراد کو غمگسار نہیں چھوڑتے بلکہ لاتعداد نیلوں کو افراد کر جاتے ہیں۔ مولانا بھی اپنے تلامذہ سینکڑوں علماء اور ہزاروں مریدین کو اشکبار کر گئے ہیں۔

مولانا محمد منیر الدین 1925ء میں سوات کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالوہاب مرحوم ایک دین دار مسلمان تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو دینی تعلیم کے لئے اجمیر شریف بھیجا جہاں انہوں نے مولانا حمید اللہ ' مولوی امیر سلطان اور مولانا محمد یونس سے تعلیم حاصل کی۔ عصری تعلیم کی چار جماعتیں پڑھیں۔ سہارنپور کی مشہور دینی درسگاہ رحمانیہ ' بعد میں رام پور کے مشہور مدرسہ مطلع العلوم ' جامعہ عباسیہ بہاول پور اور خیر المدارس ملتان سے سند فراغت حاصل کی۔ راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے دورہ تفسیر پڑھا۔

ان کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن ' مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ ' حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ' استاد العلماء مولانا خیر محمد جالندھریؒ ' حضرت مولانا گل حبیبؒ ' مولانا عزیز گل صاحب کاکا خیلؒ ' مولانا عبدالغفور شالدرہ ' مولانا جلال الدین ' مولانا عبداللہ اجمیری شامل ہیں۔

مولانا دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ 1950ء میں جامعہ

ملیہ سبی میں درس وتدریس دیتے رہے اور خطابت کرتے رہے۔ 1950ء میں جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی جارہی تھی تو مولانا اس تاسیسی اجلاس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ' خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ' مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا عبدالرحمنؒ کے ساتھ موجود تھے۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت 1953ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 16 جنوری 1953ء میں وہ جامع مسجد سنہری کے خطیب مقرر ہوئے۔ مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ میں بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ دلی کامل مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ' مولانا عبیداللہ انورؒ' شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ ان کی دعوت پر کوئٹہ آئے۔ ابتداء میں مولانا محمد منیر الدینؒ نے تصنیف کا کام بھی کیا اور کئی اصلاحی پمفلٹ شائع کیے۔

حضرت مولانا محمد منیر الدینؒ صاف گو اور حق گو عالم دین تھے۔ کوئی لالچ یا دباؤ ان کی حق گوئی میں حائل نہیں تھا۔ جس بات کو حق سمجھتے اس کے اظہار میں خوف' مصلحت یا لالچ کبھی رکاوٹ نہیں بنا۔ حضرت کا خطبہ جمعہ دینی اور قومی معاملات میں بے باکانہ اظہار پر مشتمل ہوتا۔ بات دلیل سے کرتے۔ حکمت اور دانش سے اپنے موقف کو سمجھاتے۔ ان کی حق گوئی کا ہر حلقہ یکساں اعتراف کرتا ہے۔

1980ء میں ان کو مرکزی جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا۔ وہ عیدگاہ طوغی روڈ میں نماز عید کا خطبہ دے رہے تھے۔ مارشل لاء کا دور تھا۔ اس وقت کے فوجی گورنر جنرل رحیم الدین اور تمام سرکاری حکام عیدگاہ میں موجود تھے۔ ٹیلیویژن اور پریس فوٹو گرافروں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ انہوں نے ٹیلیویژن والوں اور فوٹو گرافروں کو جھاڑ دیا اور حکم دیا کہ وہ فوراً نکل جائیں حرمت فوٹو کے شرعی مسئلہ پر حکومت کی سخت مخالفت کی اور محرمات کے خلاف سینہ سپر رہے۔ حکومت کے دباؤ پر ان کو جامع مسجد مرکزی کی خطابت سے ہٹا دیا گیا۔ اس پر عوام نے شدید احتجاج کیا لیکن مولانا نے اس کو انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور خوشی واپس سنہری مسجد چلے گئے۔ وہ ہر فتنہ باطلہ کے خلاف محاذ آرائی میں پیش پیش رہے۔ حالات اور نتائج کی پرواہ نہیں کی۔ معزز اور یگانہ روزگار تھے۔ شرک وبدعت کی تردید کرتے۔ وہ علم وفضل کا ایک روشن ستارہ اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔

1969ء میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ' مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ' مولانا گل بادشاہؒ' مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ اور مولانا عبیداللہ انورؒ کی درخواست پر جمعیت میں شامل ہو گئے۔ مولانا مفتی محمودؒ

نے ان کو جمعیت بلوچستان کا امیر مقرر کیا لیکن مولانا عملی سیاست سے دور رہے۔

1970ء میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ان سے درخواست کی کہ وہ ہمارے امیر (مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر) بن جائیں۔ مولانا نے کہا کہ وہ ختم نبوت کے ادنیٰ رضا کار ہیں۔ 1973ء میں ان کو مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کا امیر مقرر کر دیا گیا۔ انہوں نے 1974ء کی تحریک ختم نبوت اور 1984ء کی تحریک ختم نبوتؐ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1977ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی حصہ لیا۔ ان کے فرزند مولانا عبداللہ منیر نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

مولانا محمد منیر الدینؒ کی ملکی اور بین الاقوامی حالات پر گہری نظر تھی۔ بلوچستان بلکہ پاکستان میں سب سے پہلے انہوں نے تحریک اسلامی طالبان افغانستان کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے حمایت کی اور طالبان کی نصرت و کامیابی کے لئے دعا کی۔ عوام کے مسائل پر وہ پہل کرتے۔ باران رحمت کے لئے نماز استسقاء کی اکثر اپیل بھی وہی کرتے تھے۔

مولانا محمد منیر الدینؒ کی پوری زندگی فقر و فاقہ عسرت و تنگدستی میں گزری۔ وہ اپنے سلف کا سچا نمونہ تھے۔ وہ مجاہد فی سبیل اللہ مرد درویش تھے جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی' فتنہ باطلہ کی تردید اور حق گوئی میں بسر کر دی۔ انہوں نے منبر رسول پر ہر ظالم اور جابر کو للکارا۔

مولانا محمد منیر الدینؒ کا اٹھ جانا موت العالم موت العالم کی تفسیر نظر آتے ہیں۔ مولانا محمد منیر الدینؒ گزشتہ چھ ماہ سے بیمار تھے۔ شوگر' بلڈ پریشر اور مختلف عارضہ میں مبتلا تھے۔ ان کے صاحبزادے مولانا عبداللہ منیر نے وفات سے چار روز قبل بتایا کہ ان کو ہوش نہیں ہے۔ اتنی ہوش ہے کہ مٹی کے ڈھیلے سے تیمم کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ گزشتہ پندرہ بیس روز سے کچھ نہیں کھایا۔ پیٹ صاف ہے۔ ان کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جس میں ممتاز علماء کرام' دینی مدارس کے اساتذہ' تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ ان کی وفات سے ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے۔

نوٹ : حضرت مولانا محمد منیر الدینؒ نے میری درخواست پر خود نوشت قلمبند کی تھی۔ یہ خود نوشت قلمبند کرانے کا مقصد اپنی زیر طبع کتاب ''تحریک ختم نبوت بلوچستان میں'' شامل کرنے کا تھا۔ کیونکہ

کتاب اب تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی۔ ان کے انتقال کرنے کی وجہ سے مناسب سمجھا کہ اس کو استفادہ عوام کے لئے شائع کر دیا جائے۔

انہوں نے خود نوشت میں کہا کہ: "قبل تقسیم پاک و ہند بذریعہ گاڑی اجمیر شریف پہنچا اور یہاں مدرسہ عثمانیہ درگاہ میں پانچویں جماعت تک سکول پڑھا اور فارسیات بھی یہاں ختم کی اور خوشخطی کی سند بھی حاصل کی۔ بعد میں چھٹیوں کے ایام میں بمبئی چلا گیا اور پھر اجمیر شریف آکر یہاں سے سوات چلا گیا وہاں کچھ عرصہ قیام کر کے پڑھتا رہا پھر دارالعلوم دیوبند آیا۔ یہاں سے علماء حضرات نے مجھے ضلع سہارنپور قصبہ روکھڑی بھیجا۔ یہاں مدرسہ رحمانیہ میں داخلہ لیا جس کے مہتمم مولانا عزیز گل کاکاخیلؒ تھے۔ یہاں سے ابتدائی کتابیں پڑھ کر ریاست رام پور پہنچا اور وہاں کچھ پڑھ کر اجمیر شریف پہنچا اور وہیں قیام کے دوران بر صغیر پاک و ہند کی تقسیم ہوگئی۔ حالات کے خراب ہونے کی وجہ سے براستہ میر پور خاص بہاول پور پہنچا۔ یہاں مدرسہ عباسیہ میں داخلہ لیا اور یہاں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد ملتان گیا اور مدرسہ خیر المدارس میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ تک کتابیں پڑھیں۔ پھر احادیث کے دورے کے لئے ٹنڈوالہ یار پہنچا یہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن صاحبؒ اور مولانا سید بدر عالم صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے احادیث کی کتابیں پڑھ کر الحمدللہ! امتحان میں پاس ہوا۔ یہاں سے سند فراغت حاصل کر کے سبی آیا اور سبی سنٹرل جیل کی مسجد میں امامت شروع کی۔ پھر وہاں سے پولیس لائن سبی میں خطابت ملی۔ سبی میں تین سال قیام کے بعد کوئٹہ آگیا اور 1953ء میں سنہری جامع مسجد کوئٹہ میں خطابت شروع کی۔ اس دوران مرکزی مسجد کے خطیب مولانا عبدالشکور کا انتقال ہو گیا اور پھر مسجد کی انتظامیہ نے مجھے مرکزی جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا وہاں پر تین سال گزارنے کے بعد واپس سنہری جامع مسجد آگیا۔ ان ایام میں اللہ پاک نے کچھ حج اور عمرے نصیب کئے۔ کچھ خشکی کے راستے کچھ بحری جہاز کے ذریعے اور کچھ ہوائی جہاز کے ذریعے کئے۔ الحمدللہ! اللہ پاک نے سات صاحبزادے عطاء کئے اور آٹھ بیٹیاں عطا کیں جن سے قبل بلوغ تین بیٹیاں اللہ کو پیاری ہو گئیں اور پانچ کی شادیاں ہوئیں جو کہ صاحب اولاد ہیں۔

رؤیائے صالحہ

بچپن میں گھر کے رشتہ داروں کے ساتھ قبرستان جایا کرتا تھا تو وہ بڑے قبرستان میں بڑی قبر کو کہا

کرتے کہ اے اللہ کے پیارے! بعد میں مجھے اس لفظ کے کہنے سے یہ تردد ہوا کہ کہیں یہ الفاظ شرک کے نہ ہوں تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ مکرمہ سے نیچے ایک بڑے ریگستانی میدان میں ایک بڑا پتھر ہے اور اس کی طرف لوگ بہت پستہ قد آرہے ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ آرہے ہیں۔ ہم نے وہاں انتظار کیا اور دیکھا کہ حضور ﷺ کافی اونچے قد کے ساتھ تشریف لائے اور اس پتھر پر بیٹھ گئے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے اللہ کے پیارے تو جو پہلے دل میں تردد تھا اس خواب سے دور ہو گیا۔ تحصیل علم میں گیارہ سال لگے تو دل میں آرزو ہوئی کہ کیا اچھا ہو کہ اس وقت موت آجائے کہ اس گیارہ سال میں کوئی گناہ نہ ہوا تو رات خواب دیکھا کہ میں مر چکا ہوں اور لوگ میرے لئے حضور ﷺ کے پہلو میں قبر کھود رہے ہیں اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس سے مٹی اٹھا رہے ہیں۔ اس دوران ایک آواز آئی کہ اس کو ابھی چھوڑو کہ ابھی اللہ پاک نے اس سے بندوں کو نفع پہنچانا ہے تو جاگنے پر میں بہت خوش ہوا کہ انشاءاللہ! اللہ پاک موت تک کی زندگی نفع رسانی میں گزاریں گے۔

سلسلہ قادریہ حضرت استاد مولانا محمد قمر صاحب سواتیؒ سے حاصل ہوا۔ اس سلسلے میں آپ نے مجھے خلیفہ بنایا اور سلسلہ نقشبندیہ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ سے ملا۔ انہوں نے مجھے اس سلسلے کا خلیفہ بنایا اور ان دونوں حضرات کے شجرے میرے پاس محفوظ ہیں اور سلسلہ چشتیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوریؒ سے ملا اور اس وقت تک میں سنہری جامع مسجد کا خادم ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ کامل ایمان پر نصیب فرمائے (آمین) اور یہ ساری زندگی الحمدللہ! دینی کتب کی تدریس میں گزری۔ اس وقت چونکہ نظر کافی کمزور ہے تو صرف مشکوٰۃ شریف بذریعہ حفظ کے پڑھا رہا ہوں۔

ابتدائی دور میں بلوچستان میں چونکہ جمعیت العلمائے اسلام کو کوئی نہیں جانتا تھا تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اس صوبے کے لئے مجھے جمعیت کا امیر چن لیا۔ جب جمعیت صوبے میں متعارف ہوئی تو تشکیل ہو کر جمعیت کا امیر کسی اور کو چن لیا گیا اور ختم نبوت کے پروانوں نے مجھے صوبے میں ختم نبوت کا امیر چن لیا اور تاحال میں ختم نبوت کا صوبائی امیر ہوں اور میری تدریس تقریباً 20 سال مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ زیر سایہ مولانا عبدالغفور مرحوم پڑھاتا رہا پھر ایک سال مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ اور پھر ایک سال مدرسہ طوغی روڈ عیدگاہ بحکم حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ پڑھاتا رہا۔ اب جامع مسجد سنہری میں پڑھاتا ہوں اور انشاءاللہ وفات تک پڑھاتا رہوں گا۔

ادارہ

مکتوبات اکابر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ
متکلم اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
وکیل اسلام حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ کا والا نامہ

شیعہ سنی تنازعہ کے لئے 57ء میں ایک انکوائری سیشن جج مظفر گڑھ کے ہاں لگی جسے اس مقصد کے لئے حکومت مغربی پاکستان نے کمیشن مقرر کیا تھا۔ اس میں حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی شہادت قلمبند کرانی مطلوب تھی۔ حضرت جالندھریؒ حضرت مفتیؒ اور حضرت سید نور الحسن شاہ بخاریؒ نے اپنے مشترکہ دستخطوں سے حضرت قاضی صاحب کو ذیل کا والا نامہ تحریر فرمایا!

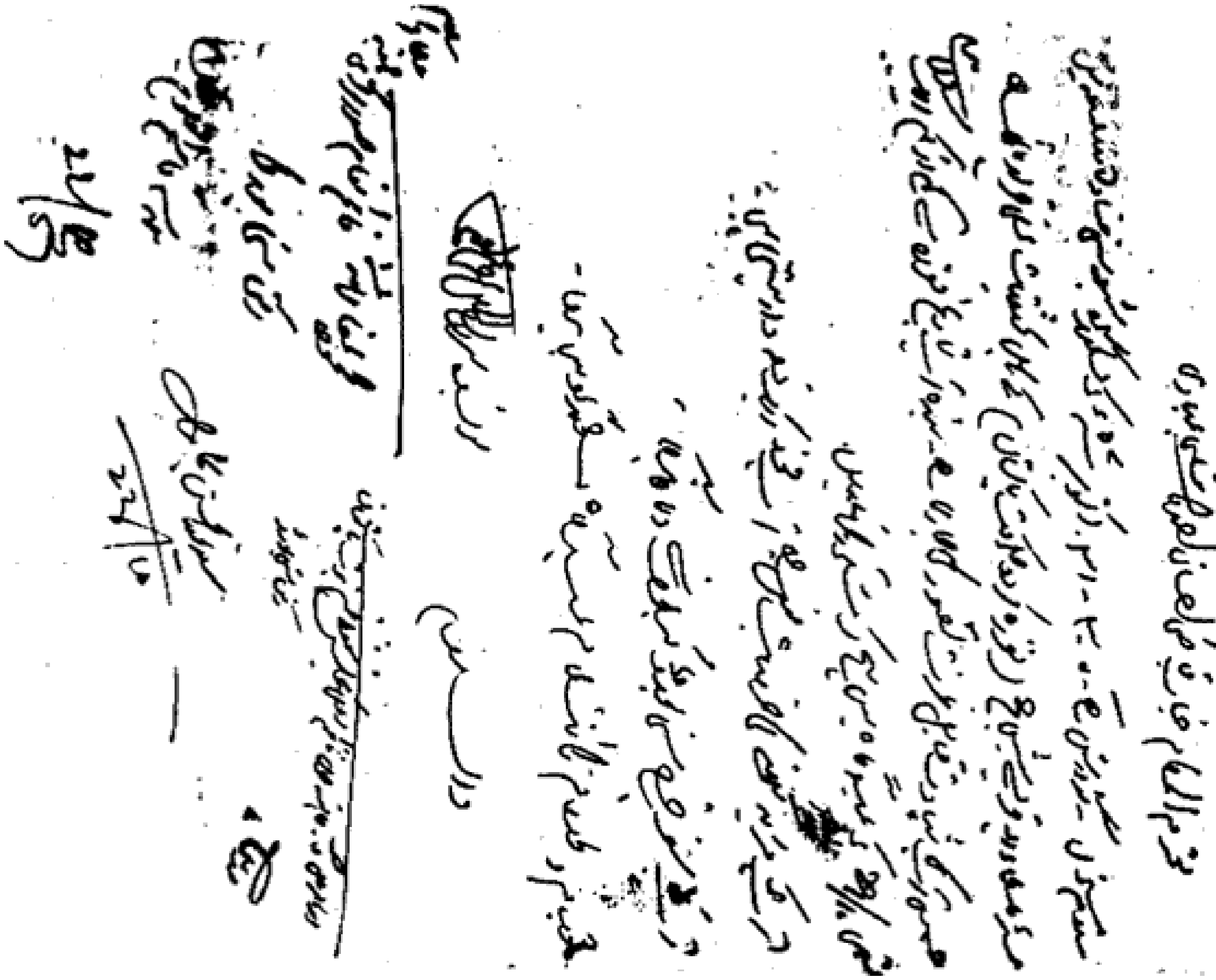

(2)

حضرت مولانا افتخار احمد بگویؒ کا والا نامہ

حزب الانصار بھیرہ نے اسلام کی ترویج واشاعت اور بے دین فتنوں کے استحصال کے لئے جو سنہری خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ بالخصوص حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگویؒ کا وجود تو اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔ عرصہ تک حزب الانصار بھیرہ کا شیخ دیوبندی بریلوی مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء کرام کی یکجا تقریروں کے لئے رج البحرین کا کام دیتا رہا۔ حضرت مولانا افتخار احمد بگوی مرحوم نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحبؒ کو جلسہ کی تاریخ کے لئے ذیل کا والا نامہ تحریر فرمایا!

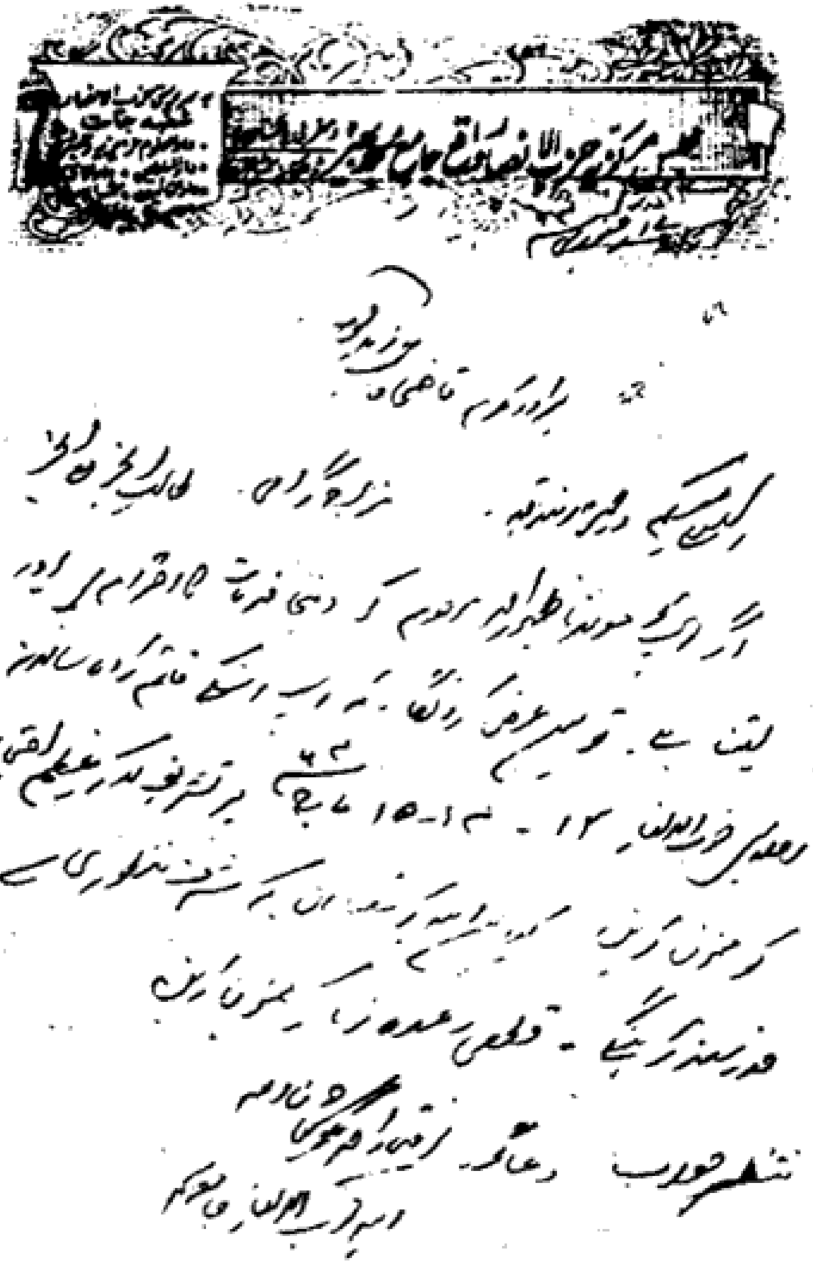

علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو

ڈیڑھ سو سالہ خدمات

دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور کی رپورٹ

11-10-9 اپریل 2001ء مطابق 16-15-14 محرم الحرام 1422ھ بروز سوموار' منگل' بدھ بمقام تاروجبہ واپڈا کالونی پشاور میں ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ اجتماع ملکی تاریخ میں حق وصداقت کے علمبرداروں کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ ملکی تاریخ کے اس عظیم الشان اور یادگار اجتماع کی مختلف نشستوں میں مقررین حضرات کی تفصیل اس طرح ہے:

تعارفی نشست

تعارفی نشست کی صدارت حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام نے کی۔ مقررین میں مولانا منظور احمد صاحب سومرو دادو' مولانا میر حسن صاحب بروھی لاڑکانہ' مولانا نور محمد صاحب کوئٹہ' مولانا سید محمد صدیق شاہ صاحب بلوچستان۔

افتتاحی نشست 9 اپریل ظہر تا عصر

صدارت حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے کی۔ مقررین میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان' حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند' امام اہل سنت حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب۔

دوسری نشست 9 اپریل مغرب تا عشاء

صدارت حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے کی۔ مقررین میں مولانا سمیع الحق صاحب سربراہ افغان دفاع کونسل' مولانا محمد خان شیرانی امیر جمعیت علماء اسلام بلوچستان' نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب' راجہ ظفر الحق صاحب۔

تیسری نشست 10 اپریل صبح 9 بجے تا 2 بجے دوپہر

صدارت حضرت مولانا سید امیر حسین شاہ صاحب گیلانی مرکزی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام پاکستان نے کی۔ مقررین میں جناب عبداللہ جران لیبیا نمائندہ کرنل قذافی' ملا محمد حسن نمائندہ امارت اسلامی افغانستان' حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب امیر جمعیت پنجاب' مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کراچی' حضرت مولانا عبدالحق صاحب دار العلوم دیوبند' حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب راولپنڈی' حضرت مولانا مفتی محمد راشد اعظمی صاحب دار العلوم دیوبند' مولانا قاری محمد حنیف صاحب ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔

چوتھی نشست 10 اپریل بروز منگل ظہر تا عصر

صدارت مخدوم العلماء حضرت اقدس مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہ صدر جمعیت علماء ہند نے کی۔ مقررین میں حضرت مولانا فضل جمیل متحدہ عرب امارات' حضرت مولانا محمد اسماعیل جنوبی افریقہ' مولانا عبدالغفور قاسمی سجاول' حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مکہ مکرمہ' حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دار العلوم دیوبند' جناب محمود شام ایڈیٹر جنگ کراچی۔

پانچویں نشست 10 اپریل بعد نماز مغرب تا 12 بجے شب

صدارت حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب نائب مہتمم دار العلوم دیوبند نے کی۔ مقررین میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی دار العلوم دیوبند' حضرت مولانا قمر الدین صاحب دار العلوم دیوبند' حضرت مولانا اللہ وسایا ناظم عمومی مجلس تحفظ ختم نبوت' حضرت مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس العربیہ' حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پشین بلوچستان' حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی کراچی' حضرت مولانا محمد سلمان صاحب منصور پوری مراد آباد' حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب دار العلوم دیوبند' حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب دار العلوم دیوبند' حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی دار العلوم دیوبند' حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب' حضرت مولانا ازہر مدنی صاحب۔

چھٹی اور آخری نشست 11 اپریل بروز بدھ صبح 10 بجے تا 2 بجے دوپہر

صدارت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مرکزی امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان نے کی۔ مقررین میں حضرت مولانا عبدالسلام ضعیف سفیر افغانستان' حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب دار العلوم

دیوبند' حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خیر آبادی دار العلوم دیوبند' مولانا سید محمد یوسف آزاد کشمیر' مولانا عزیز الرحمٰن راولپنڈی' حضرت مولانا حافظ حسین احمد کوئٹہ' حضرت مولانا گل نصیب خان ناظم عمومی سرحد' مولانا عبدالغفور حیدری جنرل سیکرٹری' حضرت مولانا اجمل خان لاہور' ٹیپ شدہ تقریر حضرت مولانا ملا محمد عمر امیر افغانستان' حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دار العلوم دیوبند نے ایک انتہائی اہم علمی مقالہ پیش کیا۔ مقالہ کا آخری حصہ حضرت کے صاحبزادے مولانا انوار الحق نے مکمل کیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا اسعد مدنی' حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن اور حضرت مولانا قاری محمد عثمان نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن' حضرت مولانا عبدالغفور حیدری' حضرت مولانا گل نصیب خان اور حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب کی اعزازی دستار بندی کرائی۔ دستار بندی کے بعد حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب نے قراردادیں پیش کیں اور قراردادوں پر اظہار خیال فرمایا۔

سہ روزہ ڈیڑھ صد سالہ خدمات دار العلوم دیوبند کانفرنس کے چھٹے اور آخری اجلاس کا مجوزہ پروگرام مکمل ہونے پر کلمات تشکر پیش کرتے ہوئے مرکزی امیر جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے تمام علماء' صلحاء' طلباء اور جمعیت علماء اسلام کے تمام عہدیداروں' کارکنوں' رضاکاروں اور شرکاء کانفرنس کو خراج تحسین پیش کیا۔ موصوف کے اختتامی خطاب کے بعد حضرت مولانا قاری محمد عثمان نائب مہتمم دار العلوم دیوبند نے ایمان افروز اور رقت آمیز دعا کرائی۔ ٹھیک 2 بجے کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

اسٹیج سیکرٹری کے فرائض

اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خالد محمود سومرو نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس میں اندرون اور بیرون پاکستان سے علماء' صلحاء' امراء' خطباء' طلباء' دینی وسیاسی تحریکات کے سربراہوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مجموعی شرکاء 20 لاکھ ہوئے۔ کانفرنس کی مختلف نشستوں میں شرکت کرنے والے نمایاں حضرات حسب ذیل ہیں:

امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد' جنرل (ر) حمید گل' مولانا عبدالرحمٰن اشرفی لاہور' مولانا نازروی کراچی' مولانا اسفندیار خان کراچی' مولانا سید سراج احمد شاہ امروٹی' مولانا عبدالصمد ہالیجوی' مولانا عبدالحفیظ قریشی پیر شریف والوں نے کانفرنس میں شرکت کی۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

یکم صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا اجلاس مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی زیر صدارت مرکزی دفتر ملتان میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا سید نفیس الحسینی شاہ‘ مولانا عزیز الرحمن جالندھری‘ مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ‘ مولانا اللہ وسایا‘ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی‘ مولانا محمد اکرم طوفانی‘ صاحبزادہ عزیز احمد‘ مولانا فیض احمد‘ مولانا نور الحق نور‘ مولانا عبدالواحد‘ صاحبزادہ طارق محمود‘ مولانا مفتی محمد جمیل خان‘ مولانا احمد میاں حمادی‘ صاحبزادہ سعید احمد‘ مولانا محمد یوسف عثمانی‘ قاری خلیل احمد بندھانی‘ مولانا محمد شریف‘ حاجی عبدالحمید بیلجئم‘ ریاض الحسن گنگوہی‘ حاجی اشتیاق احمد‘ حاجی سیف الرحمن‘ حاجی بلند اختر نے شرکت فرمائی۔

اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ اس وقت قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس پر بھرپور انداز پر عمل درآمد کرایا جائے۔ قادیانی کھلے عام نہ صرف آئین کو نہ ماننے کا اعلان کر رہے ہیں بلکہ آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کی شکل میں بنا رہے ہیں اور اپنے گھروں پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات کندہ کرا کر توہین قرآن کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس لئے فوری طور پر آئین کی پاسداری کراتے ہوئے قادیانیوں کی ان سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے۔ کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے اور ووٹر لسٹ میں قادیانیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ اقلیتوں کے خانہ میں اپنے ناموں کا اندراج کرائیں۔ سعودی عرب اور حرمین شریفین میں قادیانیوں کے داخلہ کو روکنے کے لئے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر قادیانی کے لفظ کا اضافہ کیا جائے۔ این جی اوز کے طرز پر قادیانیوں کے کاموں کی مکمل نگرانی کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششوں کو ناکام کیا جائے۔ مختلف افراد کی طرف

سے توہین رسالت کے واقعات کی روک تھام کے لئے قوانین پر سختی سے عمل کرا کر ایسے مجرموں کو سخت سزائیں دی جائیں۔ اجلاس میں درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:

1 .... قادیانی افراد چونکہ ملکی آئین کی خلاف ورزی کے مسلسل مرتکب اور قادیانیت کے فروغ واشاعت پر کمربستہ ہیں جو دستور پاکستان کے منافی اور ملک وملت کی بقاء وسلامتی کے سراسر خلاف ہے۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانی عناصر کو ملک کے کلیدی مناصب سے برطرف کر کے قوم وملک کو خطرات سے بچایا جائے۔

2 .... قادیانی مشن کے عالمی پراپیگنڈہ کے ازالہ کے لئے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیت کے خلاف اسلام ہونے والی توضیح کے لئے وزارت خارجہ پورے عالم میں تبلیغی وفود بھیجنے کا اہتمام کرے۔

3 .... حرمین شریفین میں قادیانیوں کے داخلہ کے احکامات کے سدباب کے لئے سعودی گورنمنٹ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی معاونت سے ایسے موثر ونتیجہ خیز اقدامات کرے جس کے بعد یہ لوگ اپنے اسلامی ناموں کی آڑ میں حرمین میں داخل نہ ہوسکیں۔ یو کے اور یورپ میں ہونیوالی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ختم نبوت کانفرنسوں کو کامیاب بنانے میں ملکی سفارتخانوں کو خصوصی ہدایات جاری کی جائیں۔

ختم نبوت کانفرنس ملتان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیراہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس ملتان دفتر میں یکم صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بعد از عشاء منعقد ہوئی۔ امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے صدارت فرمائی۔ مہمان خصوصی پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم اور قائد جمعیت مفکر اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن تھے۔ کانفرنس سے مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے شیخ الحدیث مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا احمد میاں حمادی، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا قاری خلیل احمد بندھانی، مولانا محمد شریف ہزاروی، مولانا عبدالکریم ندیم، مولانا محسن رضا فاروقی، مولانا عبدالواحد کوئٹہ،

مولانا عبدالحمید بیلجئم نے خطاب فرمایا۔ قاری محمد ادریس نے تلاوت فرمائی۔ جناب عبدالکریم خاکی اور صدر پوری برادران نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سٹیج سیکرٹری‘ مولانا احمد بخش‘ مولانا خدا بخش‘ مولانا محمد اسحق ساقی‘ قاری خادم حسین‘ رانا محمد طفیل‘ قاری حفیظ اللہ‘ عزیز الرحمن رحمانی‘ مولانا عبدالرزاق‘ مولانا عبدالحکیم‘ مولانا محمد قاسم‘ مولانا عبدالستار اور دوسرے رفقاء نے مہمان داری اور کانفرنس کے انتظامات کی نگرانی فرمائی۔ رحیم یار خان‘ ساہیوال‘ بہاول پور‘ ٹنڈو آدم‘ ڈیرہ غازی خان‘ مانسہرہ‘ بہاول نگر‘ وہاڑی‘ فیصل آباد‘ جھنگ‘ سرگودھا تک سے مہمانان گرامی نے شرکت کر کے کانفرنس کی شوکت کو دوبالا کیا۔

مولانا منیر الدین مرحوم کی یاد میں تعزیتی اجلاس

کوئٹہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مرکزی جامع مسجد سنہری میں مولانا محمد منیر الدینؒ کی یاد میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا۔ اجلاس سے خطاب مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری‘ حضرت مولانا عبدالواحد‘ حضرت مولانا عبدالرحیم رحیمی‘ حضرت مولانا عبدالعزیز جتوئی اور مولانا غلام یاسین نے خطاب کیا۔ مقررین نے مرحوم کی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بارے میں خدمات کو سراہا اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

اظہار تعزیت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کا اجلاس حافظ محمد ثاقب کی صدارت میں بخاری ہال میں منعقد ہوا۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا سید نفیس الحسینی مدظلہ کی اہلیہ محترمہ‘ جمعیت اہل حدیث کے مولانا محمد عبداللہ‘ جمعیت علماء پاکستان کے امیر مولانا عبدالستار خان نیازی اور بزرگ عالم دین مولانا حکیم نور احمد یزدانی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اجلاس میں حافظ احسان الواحد‘ سید احمد حسین‘ شبیر احمد‘ نثار احمد‘ محمد اشرف‘ قاری عبدالرشید‘ محمد امان اللہ قادری‘ قاری محمد یوسف عثمانی‘ حافظ محمد انور‘ محمد اعظم گوندل اور مولانا فقیر اللہ اختر نے شرکت کی۔

مسافران آخرت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص کے رہنما مولانا مفتی منیر احمد طارق کے سسر حاجی عبدالمجید' حافظ محمد یامین کے دادا' ڈاکٹر امداد اللہ احمدانی کی والدہ محترمہ' ڈگری کے مولانا حافظ غلام غوث انتقال کر گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ان تمام مرحومین کے غم زدگان میں برابر کی شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت تمام مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

چنگابنگیال میں قادیانی خاندان کا قبول اسلام

فضل کریم ولد فضل داد ساکن جھنڈہارن تحصیل گوجر خان' دل پذیر ولد فضل کریم' سجاد الرحمٰن ولد فضل کریم' رضوان سجاد ولد سجاد الرحمٰن' اہلیہ محترمہ دل پذیر' اہلیہ محترمہ سجاد الرحمٰن نے مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانی جماعت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ جناب فضل کریم صاحب قادیانی چنگابنگیال کے سرکردہ حضرات میں سے تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے قادیانی جماعت ڈانواں ڈول ہو رہی ہے۔ اللہ رب العزت ان تمام حضرات کو دین اسلام پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باگڑ سرگانہ میں ایک قادیانی کا قبول اسلام

باگڑ سرگانہ میں توقیر احمد سرگانہ جو کہ پیدائشی قادیانی تھے نے گزشتہ ماہ حضرت امیر مرکزیہ شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے ہاتھ پر مرزائیت پر لعنت بھیجتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے اس کے دین اسلام پر قائم رہنے کی دعا فرمائی۔

تلونڈی موسیٰ خان کے قادیانی خاندان کا قبول اسلام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے مبلغ حافظ محمد ثاقب کے ہاتھ پر تلونڈی موسیٰ خان کے ایک خاندان نے اسلام قبول کر لیا۔ خاندان کے سربراہ محمد سرور ولد لال دین' اہلیہ سلیم بی بی' بیٹوں عابد حسین' ساجد حسین' نزاکت علی' شفاعت علی' بیٹیوں عابدہ بی بی' سمرین بی بی نے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے۔ اللہ رب العزت ان تمام کو دین حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ :احیاءاسلام

جانے والی تعلیم اور سرکاری سکولوں کالجوں میں دی جانے والی تعلیم سے مسلمان قوم ہی ترقی کر رہی ہے اور اسلام کے احیاء کے لئے یہ دونوں ضروری ہیں۔ میں اپنی عمر کے مطابق اگر جائزہ لوں تو میرے آبائی گاؤں محمود آباد میں مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس میں بہت کم نمازی ہوتے تھے۔1974ء کے بعد وہاں اتنی زبردست بیداری پیدا ہوئی کہ اب مسجد پہلے سے دوگنا بڑی' پانچوں وقت کی باجماعت نماز اور نمازیوں کی کثرت اور پھر جمعہ کی نماز کا آغاز ہوا۔ یہ ایک زبردست ترقی اور تبدیلی ہے۔ ہمسایہ گاؤں کریم پورہ میں ایک چھوٹی مسجد ہوا کرتی تھی۔ اب وہاں تین مساجد اور تین مدرسے بن چکے ہیں۔ باقاعدہ قاری اور کلاسیں جاری ہیں۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا محلّہ ہے جس میں ایک بڑا سا مدرسہ بن چکا ہے۔ پہلے وہاں ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہوا کرتی تھی جس میں چھٹی ساتویں کلاس میں نماز پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اب وہاں ایک بڑی مسجد اور مدرسہ بن چکا ہے۔ مذکورہ بالا ساری مذہبی اور علمی ترقی کی بدولت آج مسلمانوں میں جذبہ جہاد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور دنیائی سپر طاقت سے ٹکراسی مذہبی جذبہ کا نتیجہ ہے۔

بقیہ :دارالافتاء

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت ص ۳۵)

ظاہر ہے کہ اگر قادیانی بھی اسی محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں جن کا کلمہ مسلمان پڑھتے ہیں تو قادیانی شریعت میں یہ "کفر کا فتویٰ" نازل نہ ہوتا۔ اس لئے مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ کے الفاظ گو ایک ہی ہیں مگر ان کے مفہوم میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہے۔

ختم نبوت تربیتی کونشن منڈی بہاؤالدین

5-6 جون 2001ء جامعہ نورالہدیٰ محلہ صوفی پورہ منڈی بہاؤالدین میں ختم نبوت تربیتی کونشن منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا خدا بخش صاحب خطاب فرمائیں گے۔ اسی طرح 7 جون کو مدرسہ حنفیہ پنجن کسانہ میں ختم نبوت کانفرنس اور 8 جون کو جامع مسجد مدنی دینہ میں خطبہ جمعہ میں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ خطاب فرمائیں گے۔

شیخ ھدیٰ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

۱۴۲۱ھ

یوسفِ ثانی زِ بہرِ ما کہ بود — ماہِ کنعانی زِ بہرِ ما کہ بود
سیفِ قاطع بہرِ ہر زندیق بود — یوسفِ ما پیرو صدیق بود
فاضلِ خیر المدارس فاضل است — بہترین از فاضلان و عاقل است
افضل و خیر الافاضل گشتہ — اَمثل و خیر الاماثل گشتہ
آں شہیدِ نام و ناموسِ نبی — نورِ نور از نورِ فانوسِ نبی
فطرتش احقاقِ حق ورزیدہ است — ہمچنیں ابطالِ باطل دیدہ است
بطشِ او بر ملحداں بطشِ شدید — ایں چنیں بطشِ قوی را کس ندید
داد مارا او چہا تحریر ہا — پُرضیا زانہا ہمہ تقریر ہا
"اختلاف" و ہم "صراطِ مستقیم" — ہمچنیں "حلِ مسائل" بس فخیم
گفتۂ او خوب و خود سادہ عجیب — ہیں! چہا مضمونہا دادہ عجیب
داد اُمّت را چناں بادہ زِ جام — کز سرورش مست گشتہ خاص و عام
ہر کسے چوں من حزیں پژمردہ — دِل گرفتہ، غمزدہ، افسردہ
تو چہ دانی؟ دردِ ما دُزدِ نہاں — دردِ ما چنداں کہ نے مارا بیاں
وائے گم گشتہ متاعِ ما گراں — پس چساں یابیم او را در جہاں
یوسفے کو چوں بدنیا رُو نمود — سیزدہ صد سال و ہم پنجاہ بود
پنج شنبہ، چاردہ صد، بست و یک — سیزدہ از صفر بدبے ریب و شک
شد شہید از تیغِ ملحد رُوسیاہ، — رُوسیاہ و زُو سیاہ و اُو سیاہ
مقطعِ اشعار بشنو! زیں ندیم — بہرِ اہلِ ذوق می باشد عظیم

"بُرسرِ آں ملحدے، گو بعد ازیں"
"شد شہیدے رشکِ فردوسِ بریں"

۱۴۲۱ھ

اشتیاق احمد

مرزا کا سچا دعویٰ

مرزائیوں کی ایک کتاب کا نام "آیت خاتم النبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک" ہے۔اس کتاب میں جگہ جگہ بس ایک بات پر زور دیا گیا ہے... اور خوب زور دیا گیا ہے... لہٰذا قادیانی کے الفاظ نقل کر کے بھی اور دوسرے مرزائیوں کے الفاظ نقل کر کے بھی تان صرف اس پر توڑی گئی ہے کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی تھا...وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا تھا...نہ اس نے اپنی شریعت کا اعلان کیا...اور یہ کہ وحی کا دروازہ تو آپ ﷺ پر ختم ہو چکا... نہ مرزا نے دعویٰ نبوت کیا ہے...وہ غیر تشریعی نبی کا کیا ہے۔

یہ ان لوگوں کا اعلانیہ دعویٰ ہے... تحریری دعویٰ...اور جب ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں...کہ میاں.. آپ مرزا کو تشریعی نبی مانتے ہیں یا غیر تشریعی نبی... تو یہ لوگ فوراً کہہ اٹھتے ہیں...جی ہم تو مرزا کو غیر تشریعی نبی مانتے ہیں...مزید وضاحت کے لیے جب ان سے پوچھا جاتا ہے...کہ اس کا مطلب ہے... مرزا کوئی شریعت لے کر نہیں آیا تھا...فوراً کہتے ہیں، جی نہیں...مزید وضاحت کے لیے یہ پوچھا جاتا ہے...اس کا مطلب ہے...مرزا پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی...تو فوراً جواب دیں گے۔جی نہیں...بالکل نہیں...وحی کا سلسلہ تو آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔

اتنا اقرار مرزائیوں سے کرانے کے بعد ہم انہیں مرزا قادیانی کی چند کتابیں کھول کر دکھاتے ہیں... اربعین نمبر4وغیرہ۔ان کتابوں میں اس نے صاف لکھا ہے کہ میں صاحبِ شریعت نبی ہوں اور میری نبوت میں وحی بھی آتی ہے وغیرہ، تو انہیں سانپ سونگھ جاتا ہے تو یہ ہمارے بڑے ہمیں کیا کیا رنگین دھوکے دے رہے ہیں...لیکن تائب پھر بھی نہیں ہوتے...ساری حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے اور کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں...اس لیے کہ مرزائیت سے تائب ہونے میں سب کچھ چھنتا نظر آتا ہے... لیکن جو لوگ سچے ہوتے ہیں...وہ بالکل پروا نہیں کرتے...جیسا کہ حال ہی میں مرزا منور احمد ملک سائنس دان صاحب تائب ہوئے اور مرزائیوں کا کچا چھٹا کھول کر رکھ دیا..

آخر میں ایک بات رہ جاتی ہے...یہ کہ مرزا نے تو اس فرشتے کا نام تک لکھا ہے...جو اس پر وحی لاتا تھا.. اس نے اس کا نام ٹیچی ٹیچی لکھا ہے...یہ ٹیچی ٹیچی وحی بھی انگریزی میں لاتا تھا...اس طرح مرزا کا یہ دعویٰ سچا ثابت ہو جاتا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔

Monthly *Laulak* Multan Regd. No. M-108

سولہویں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

سالانہ

ختمِ نبوت کانفرنس

برمنگھم

بمقام جامع مسجد برمنگھم

۱۸۰ بیلگریو روڈ برمنگھم

صبح 9 بجے تا شام 7 بجے

مورخہ ۵ اگست

سالِ ۲۰۰۱ء بروز اتوار

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب مدظلہ

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت

کانفرنس کے چند عنوانات

مسئلہ ختم نبوت ☆ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام ☆ مسئلہ جہاد ☆ قادیانیت کے عقائد و عزائم ☆ مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور ان کی دہشت گردی ☆ کانفرنس میں جوق در جوق شرکت فرما کر ثابت کریں کہ ہم قادیانیت کو پنپنے نہیں دیں گے اور ان کا تعاقب جاری رکھیں گے۔ کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 35 اسٹاک ویل گرین لندن۔ ایس ڈبلیو 9,9 ایچ زیڈ یو کے

فون: 0207 - 737 - 8199